احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ الشیوخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی (قدس سرہ العزیز)

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جلد 21 شمارہ 3 صفر/ربیع اول ۱۴۲۷ھ مارچ 2007ء

حسن ترتیب

www.minhaj.info Info@minhaj.info

قیمت فی شمارہ: 15 روپے

سالانہ زرتعاون: 150 روپے

ترسیل زر کا پتہ

اکاؤنٹ نمبر 1457-51 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان فون UAN: 111-140-140 فیکس 5168184

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک

مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

طابع: میاں مظفر احمد، ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز، ادارہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ جل جلالہٗ

مری شاخِ دعائے نیم شب کو باثمر کرنا
تو اس بستی کے ہر چہرے کو تصویرِ سحر کرنا
بدن کے برف زاروں میں حرارت بھیجنے والے
زمیں پر ساعتِ نامہرباں کو مختصر کرنا
چراغ آگہی ہر ذہن میں روشن کیے تو نے
خلاف عقل ہر سازش کو یارب! بے اثر کرنا
ہو بنیاد فضیلت علم، تقویٰ اور دانائی
وقار آدم خاکی کو مشروط ہنر کرنا
جبلّت میں مری تو نے ہی یہ جوہر بھی رکھا ہے
اس آوازوں کے جنگل میں تمیزِ خیر و شر کرنا
مجھے رکھنا کسی فاقہ زدہ انسان کے دل میں
صدف کی گود میں ناچیز قطرے کو گوہر کرنا
ادھورے جسم لے کر جی رہے ہیں تیری دنیا میں
تو اپنے فضلِ بے پایاں سے تکمیلِ بشر کرنا
بحقِ سرور کون و مکاںؐ اے داور محشر!
بوقتِ عدل میری ہر خطا سے در گزر کرنا
اٹھے گا جھوم کر ابرِ کرم رحمت کے ساگر سے
صبا تو صرف جاکر میرے آقاؐ کو خبر کرنا
ہجوم درد و غم ہے اور تنہا ذات ہے میری
میرے احوال پر بھی یارسول اللہؐ نظر کرنا
تصور میں سنہری جالیاں ہیں آخرِ شب ہے
ریاضؔ! اپنے قلم کو پھر سپرد چشمِ تر کرنا

(ریاضؔ حسین چودھری)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منوّر جن سے سینے عاشقوں کے
حسیں منظر سنہری جالیوں کے
وہ جن کے ذکر سے مہکیں فضائیں
مُعطّر جن سے ہوتی ہیں ہوائیں
سہانے رنگ جن سے موسموں کے
حسین منظر سنہری جالیوں کے
وہ زائر جس نے آنکھوں میں بسائے
وہ کیسے، کس طرح سے بھول جائے
مزے شہرِ نبیؐ کی وادیوں کے
حسیں منظر سنہری جالیوں کے
گھٹائیں چھاگئیں نور مبیں کی
ہوئی آمد جو ختم المرسلیںؐ کی
ترانے دف پہ گونجے بچیوں کے
حسیں منظر سنہری جالیوں کے
قدم پہنچے جہاں میرے نبیؐ کے
لگے تلوے جہاں میرے نبیؐ کے
مقدر جاگے غاروں، پتھروں کے
حسیں منظر سنہری جالیوں کے
نبیؐ کے نام لیوا ہیں جہاں بھی
وہ دیوانے وہ شیدا ہیں جہاں بھی
سجے آنکھوں میں دیکھے شہ رُخوں کے
حسیں منظر سنہری جالیوں کے
چڑھے عشقِ محمدؐ کے جو زینے
بنے وہ صابریؔ کیا کیا نگینے
بسے اُن میں بجائے بتکدوں کے
حسیں منظر سنہری جالیوں کے

(محمد علی صابریؔ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آؤ حضور ﷺ سے تجدید عہد وفا کریں

ربیع الاوّل۔۔۔اسلامی سن ہجری کا مبارک مہینہ۔۔۔ ہر سال اپنے دامن میں کیف و سرور اور محبت و مروت کے ان مٹ سمندر لیے جلوہ گر ہوتا ہے اور نگر نگر تذکار رسالت ﷺ کے تازہ جہاں آباد کر کے رخصت ہو جاتا ہے۔ جشنِ میلاد النبی ﷺ کی یہ دھوم ایک طرف محبوبِ کبریا تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلقِ محبت کا اظہار ہے اور دوسری طرف اس رشتۂ غلامی کے ساتھ عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو نبھانے کا تجدیدِ عہد بھی ہے۔

ربیع الاوّل شریف کا دامن اس لیے نعمت ہائے ربانی سے مالامال ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس محبوب و مکرم رسول ﷺ کا ظہور ہوا جن کے طفیل دنیا کی سب نعمتوں کو وجود ملا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان ہر دور میں ان ایام کو زندگی کے قیمتی لمحات سمجھ کر ذکرِ رسول ﷺ میں گزارتے رہے ہیں۔ یوں تو مسلمان کا ہر سانس اور زندگی کا ہر لمحہ ذکرِ رسول ﷺ میں بسر ہونا چاہیے لیکن آپ کی ولادت کی گھڑیاں تو تاریخ بشریت کا وہ قیمتی سرمایہ ہیں جنہیں یادگار بنانے کی ہر کاوش تحدیثِ نعمت کے زمرے میں شامل ہو کر اللہ کے ہاں محبوب و مقبول ٹھہرتی ہے۔ ہمارا یہ عہد جس اضطراب اور بے یقینی کی گرفت میں ہے اس کا علاج انسانی علم کی بلندیوں اور مادی وسائل کی فراوانی میں نہیں بلکہ اس نسخۂ کیمیاء میں موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے آخری اور مکمل پیغام کے طور پر اپنے آخری رسول ﷺ کے قلبِ اطہر پر اتارا۔ ربیع الاول۔۔ ہر سال ہمیں اسی پیغام کی عالمگیریت اور اسی نسخہ کیمیاء کی اہمیت کی یاد بھی دلاتا ہے۔ یہی نسخہ ہماری کامیابی، کامرانی اور ہمہ جہت عالمی کردار کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ وہ کردار جس کی صداقت کا ڈنکا ساری دنیا میں پورے ۱۲ سو سال بجتا رہا۔

یوم میلاد دراصل انسانیت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کی یاد دلاتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس دن انسانیت کو وہ اسوہ حسنہ اور خلقِ عظیم کی نعمت عطا ہوئی جس کے ہر گوشے سے امن، محبت، مساوات اور علم و عرفان کا نور پھوٹتا نظر آتا ہے۔ ہمیں میلاد النبی ﷺ کا جشن مناتے ہوئے یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یومِ میلاد دراصل یومِ نجات بھی تھا۔ شرک سے نجات، جہالت سے نجات، ظلم سے نجات، غلامی کی زنجیروں سے نجات، شیطان اور طاغوت کے ہتھکنڈوں سے نجات اور جھوٹے خداؤں کی اذیت ناک خدائی سے نجات۔ یومِ میلاد النبی ﷺ دراصل اس انقلاب کی صبحِ نو تھی جس نے انسانیت کے دامن سے درندگی کے بدنما دھبوں کو دھویا اور اسے رحمت و رافت کے سدابہار پھولوں سے بھر دیا۔ اس انقلاب نے عرب کے صحرا نوردوں کو خضرِ راہ بنا دیا۔ اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے چرواہوں کو قیامت تک قافلہ علم و حکمت کی پیشوائی کا منصب عطا کیا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہ امت جس کی ہدایت کے لئے اترنے والی وحی کا نقطۂ اوّل علم و آگہی تھا، آج اقوام عالم کی قطار میں یہی جاہل، جذباتی، خونخوار اور انتہاء پسند کہلاتی ہے۔ کسی حد تک یہ پروپیگنڈہ ہی سہی لیکن خاصی حد تک حقیقت بھی ہے۔ اس یوم کو یومِ تشکر کے طور پر اس لئے بھی منانا چاہئے کہ اسی دن اس عالمی انقلاب کی کرنیں پھوٹیں جس نے غلام اور آقا کی غیر انسانی تفریق ختم کر دی۔ یہی وہ تاریخی انقلاب تھا جس نے نوع انسانی کو حقیقی آبرو بخشی۔ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے والے غلاموں کو وہ جرأت اور حوصلہ دیا کہ وہ اپنے آقاؤں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر جائز بات کرنے اور ان کے دستِ جفا کیش کو توڑ کر اپنا حق لینے کے قابل ہو گئے۔

حضور ﷺ کی قیادت نے تمیز بندہ و آقا کا فرق مٹا کر فسادِ آدمیت کی ہر مرض کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اسی انقلابی

قیادت نے بلالؓ و یاسرؓ جیسے حبشی غلاموں کو قریشی سرداروں کا آقا بنا دیا اور ان کے ہاتھوں میں عظمتِ اسلام کا پرچم تھما کر کعبہ کی چھت پر کھڑا کر کے تمام نسلی تفاخر اور نسبی بڑھائی کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا۔ اسی خلقِ عظیم کا معجزہ تھا کہ تباہی کے کنارے پہنچی ہوئی قوم اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ امت بن گئی۔ آج پھر انسانیت کو معرکہ ہائے آگ و خون درپیش ہیں۔ زبردست قوتیں زیر دستوں کو جینے کا حق دینے سے گریز کر رہی ہیں۔ اشرف المخلوقات انسان اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے حیوانات سے بھی بدتر دکھائی دے رہا ہے۔ وہی کالے اور گورے کی تفریق ہے۔ جغرافیائی لسانی اور نسلی تعصب کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، کشمیر، فلسطین، فلپائن، سوڈان، صومالیہ، افغانستان اور عراق میں تہذیب جدید کے ''معمار'' انسانی حقوق کے عالمی ''رکھوالے'' خون مسلم کی ندیاں بہا رہے ہیں۔ اس عداوت اور تعصب کی اندھیری شب میں ضرورت ہے کہ اسی سیرت اور اسوہ محمدی ﷺ کا فیض عام کیا جائے۔ مسلمان آپس میں متفق و متحد ہوں ایک دوسرے کا خون بہانے سے باز رہیں۔ اپنے دشمن کو اور اس کی پھرتیلی چالوں کو پہچانیں۔ تفرقہ پروری کے ماحول سے باہر نکلیں برداشت، تحمل اور بردباری کی خصوصیات عام کریں۔ اپنے قول اور عمل سے پیغمبر اعظم و آخر کے خوشہ چین ہونے کا ثبوت فراہم کریں۔ اس بات پر غور کریں کہ دوسروں کو سکھ چین اور راحت پہنچانے والی قوم اپنوں کے خون کی پیاسی کیوں ہو چکی ہے؟ ہمارے آقا ﷺ وہ محسنِ انسانیت ہیں جنہوں نے پہلی بار انسانی حقوق کا عالمی چارٹر پیش کیا اور صرف پیش ہی نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

امتِ مسلمہ کے افراد، حکمران اور ادارے --- آج جن مقتدر قوتوں اور اداروں سے اپنے بنیادی حقوق کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں وہ خود انسانی حقوق کے بڑے دشمن ہیں۔ انکی جملہ کاوشوں کا مدعا امنِ عالم کی خواہش نہیں بلکہ فساد انگیزی اور فتنہ پروری ہے۔ اہلِ پاکستان ------ ہر مرتبہ جشنِ میلاد مناتے ہوئے اس عزم کا مظاہرہ کریں کہ یہ وطن حضور ﷺ کے سرفروشوں، جاں نثاروں اور غلاموں کا مسکن ہے۔ یہ زمین مصطفوی انقلاب کے ایمان پرور جذبوں کی امین ہے۔ اس کی اساس میں بھی ریاستِ مدینہ کے اساسی مقاصد ہیں۔ حضور ﷺ نے جس طرح بت پرستی کے خلاف اعلانِ جہاد فرمایا اور مسلسل جنگوں کے بعد کعبہ کو بتوں سے صاف کر کے چار سو اسلام کا جھنڈا لہرا دیا، آج ہمیں بھی ایک طرف بت پرست پڑوسی ملک کے جارحانہ عزائم کو مدنظر رکھنا ہے اور دوسری طرف مدینہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح امریکہ، یورپ اور اسرائیل کی منافقانہ روش کا آبرو مندانہ مقابلہ کرنا ہے۔ اس جشن کے موقع پر مواخاتِ مدینہ کا تقاضا ہے کہ ہم قومی خود انحصاری کی منزل کو جلد پانے کیلئے ایثار و قربانی، دیانتداری، باہمی پیار و محبت اور محنت و اہلیت سے آگے بڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جشنِ میلاد النبی ﷺ کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قومی سلامتی کو دینی حمیت سے جدا نہ کریں

امتِ مسلمہ بالعموم اور وطنِ عزیز بالخصوص اس وقت شدید بحرانی کیفیت کا شکار ہے جس کا تقاضائے اولین یہ تھا کہ ہم داخلی اور خارجی محاذوں پر متفقہ موقف اپناتے۔ مسلم امہ پوری نہ سہی پڑوسی مسلمان ممالک ہی کم از کم مشترکہ جارح دشمن کے مقابلے میں متفقہ دفاعی حکمتِ عملی بنا لیتے لیکن لگتا یوں ہے کہ حملہ آور قوت کی وہی ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' والی کامیاب پالیسی رنگ لا رہی ہے۔ ہمارے حکمران آئے روز عجیب و غریب بیانات دیتے اور قومی سطح کے نازک ترین معاملات کو الجھاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے فوجی صدر پرویز مشرف نے قبل ازیں افغان پالیسی پر تاریخ، ثقافت، اخوت اور انسانیت کے اصولوں سے ہٹ کر یوٹرن لیا۔ جسکے نتیجے میں ہم اپنے مسلمان ہمسایہ ملک کا اعتماد کھو چکے ہیں۔

کشمیر ہماری بقاء اور قومی سلامتی کے ساتھ ساتھ ایک آزاد اور خودمختار قوم کے مستقبل کا مسئلہ ہے جس نے لاکھوں جانوں کی قربانی دیکر اسے عالمی برادری میں متعارف کروایا۔ آج اس پر ایک مضحکہ خیز صورتحال جنم لے چکی ہے۔ متاثرہ فریق کو اعتماد میں لئے بغیر آئے روز نت نئی تجاویز دی جا رہی ہیں۔ بھارت کے ساتھ صلح جوئی کی طرف یکطرفہ جھکاؤ ہندو بنیئے کا دماغ مزید خراب کر رہا ہے۔ صدر محترم جہاں چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں کہتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی اس حریت فکر کا شاخسانہ ہے کہ طالبان کی طرح پاکستان کی سلامتی پر جانیں قربان کرنے والے کشمیری مجاہدین بھی ہم سے ناراض ہو رہے ہیں۔ بیک ڈور ڈپلومیسی کی خبریں گرم ہیں اور آئے روز ہمارے وزیراعظم، وزیر خارجہ اور صدر مسئلہ کشمیر کے حل کی خوشخبریاں سنانے کی بشارت دے رہے ہیں مگر یہ کسی کو اندازہ نہیں کہ مکار ہندوستانی نیتاؤں کی چالبازیاں عین وقت پر کیا روپ دکھائیں گی۔ خصوصاً جب عالمی سامراج اور اسرائیلی پالیسی ساز اس کی پشت پر بیٹھے اسے تھپکی دے رہے ہیں۔

اب آجائیں مغربی محاذ کی طرف، افغانستان عوام کے ساتھ ہماری تاریخی بے وفائی کا ثمر ہمیں یہ ملا ہے کہ صدیوں سے پرامن محفوظ اور پراعتماد قبائلی علاقوں میں ہمیں پہلی بار 80 ہزار فوج تعینات کرنا پڑی ہے۔ جن کے اشاروں پر ہم نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بلند کیا تھا آج انہی کے ایماء پر ہماری سرحدوں کی آئے روز خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ 700 باقاعدہ فوجی جوانوں کی قربانیاں دی جا چکی ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ امریکی جرنیل اور سفارتکار پاکستانی سرحدوں کے اندر اپنی مرضی سے فوجی کاروائیاں کرنے کا عزم دہرا رہے ہیں۔ دوسری طرف ایران امریکی تصادم کی تیاریاں آخری مرحلے میں پہنچ چکی ہیں۔ خلیج میں بے دریغ خون خرابے اور فوجی ہزیمت سے قطع نظر امریکہ کروسیڈی وار کے اگلے مرحلے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ صدر بش کے جنونی مشیر اسے بہر حال حملے پر اکسا رہے ہیں۔ مسلح امریکی بحری بیڑے بحیرہ عرب میں آگ اگلنے کیلئے تیار کھڑے ہیں۔ اس صورت حال میں پاکستان کو ایک مرتبہ پھر اہم علاقائی عنصر کے طور پر دیکھا جا رہا ہے لیکن بدقسمتی سے ہماری قومی قیادت غیر دانشمندانہ اقدامات انجام دے رہی ہے۔ امریکہ کھسیانی بلی کی طرح اپنی ظالمانہ ناکام پالیسیوں کا انجام دیکھ کر ایران اور پاکستان کو سزا دینا چاہتا ہے مگر ایرانی قیادت کے برعکس پاکستانی قیادت امریکی سفیر کا کردار ادا کرتی نظر آتی ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اپنے مسائل کا حل تو ہماری ترجیحات میں نہیں مگر چل پڑے ہیں اسرائیل فلسطین تنازعہ حل کرنے کے لئے۔ ہم عرب اسرائیل خلیج کو مٹانے کی سعی لاحاصل کرنے پر کمربستہ ہیں اور اب عرب ایران خلیج وسیع کرنے کا ''جہاد'' بھی ہمارے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ حال ہی میں اسلام آباد میں جن مسلمان ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہوئی ان میں ایران، شام، عراق اور فلسطین جیسے براہ راست متاثرہ ممالک کی نمائندگی ہی نہیں تھی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ ایسا محاذ بن رہا ہے جو بعد ازاں ایران کو تنہا کرنے میں امریکی اہداف کا آلہ کار ہوگا۔ ان منفی سفارتی سرگرمیوں کے ردعمل میں بجا طور پر ایران نے اپنی سرحدیں پاکستانی بارڈر کے ساتھ حساس قرار دیکر بند کر دی ہیں۔ حالانکہ پاکستان پر 65 اور 71ء میں بھارتی حملوں کے وقت ایران نے اپنی سرحدیں اور ہوائی اڈے پاکستانی افواج کے لئے کھول دیئے تھے۔ پاکستان کے عوام حکمرانوں کے برعکس اس نازک تاریخی موقع پر ہمسایہ اسلامی ملک ایران کے ساتھ ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جس طرح ایران اور سعودی عرب نے غلط فہمیوں کو دور کرتے ہوئے آئندہ لائحہ عمل پر اتفاق کیا ہے اسی طرح پاکستان بھی متوقع امریکی حملے کی صورت میں اپنی قومی سلامتی، ملی غیرت، اسلامی اخوت اور ایرانی مفادات کو عزیز رکھے گا۔ قومی سلامتی وہی موثر ہے جس میں دینی حمیت اور تاریخی رشتے متاثر نہ ہوں۔

ڈاکٹر علی اکبر قادری

قرآن میلاد نامہ انبیاء علیہم السلام

عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی عشق و محبت میں رچی خوبصورت تحریر

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کائنات کی جملہ خوبیوں اور محاسن کی جامع ہے جن کا ذکر کرنا ازل سے تا امروز اہل ایمان کا شیوہ رہا ہے۔ بلاشبہ ذکر مصطفیٰ ﷺ عبادت ہے اور یہی اصل ایمان بھی ہے۔ حضور ﷺ کے ذکر جمیل کے ہزاروں طریقوں میں سے ایک معروف طریقہ جو قرون اولیٰ سے چلا آ رہا ہے محافل میلاد کا انعقاد ہے، ان پاکیزہ محافل میں آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ، فضائل و خصائل، کمالات اور ولادت با سعادت کے واقعات کا تذکرہ بڑے ذوق وشوق اور والہانہ انداز سے کیا جاتا ہے۔ ماہ ربیع الاول میں خصوصیت کے ساتھ یہ سلسلہ اپنے عروج کو پہنچ جاتا ہے اور بلاد اسلامیہ میں میلاد النبی ﷺ کی تقریبات ایک جشن کا سا سماں پیدا کر دیتی ہیں۔

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا یوں تو ہر گوشہ اپنے اندر بے پایاں عظمتیں رکھتا ہے لیکن وہ گوشہ جسے ہم میلاد النبی ﷺ سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا ایک پہلو وہ ہے جس میں اہل ایمان اللہ رب العزت کے اس عظیم احسان کو یاد کرتے ہیں جو اس نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت با سعادت کی صورت میں تمام عالم انسانیت پر فرمایا۔ ماہ ربیع الاول میں جو نعمت عظمیٰ ہمیں عطا کی گئی اور اس کے ساتھ کیا کیا عجائبات ظہور پذیر ہوئے ان کا حسین تذکرہ انتہائی دل آویز پیرایے میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سارا بیان اہل ایمان انتہائی فرحت و مسرت اور محبت وشوق کے انداز سے کرتے ہیں۔ اس ذکر جمیل کا دوسرا پہلو وہ بیان ہے جو نور محمدی ﷺ کی تخلیق اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پاک پشتوں سے منتقل ہوتا ہوا پہلوئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ظہور کے مرحلے کا احاطہ کرتا ہے۔ اس عنوان کے تحت آپ ﷺ کے شمائل وفضائل کا تذکرہ ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے کرتا ہے اس میں نثر ونظم کے تمام قرینے اور پیرایے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ کوئی نعت کی صورت میں حضور ﷺ کے حسن سراپا اور زلف و رخسار کی باتیں چھیڑتا ہے اور کوئی خطاب کے ذریعے آپ ﷺ کے حسین خدو خال اور سراپائے جمیل کا نقشہ پیش کرنے کی سعی کرتا ہے اس کا تیسرا پہلو حضور رسالت مآب ﷺ کی سیرت مبارکہ کے بیان پر مشتمل ہوتا ہے۔

میلاد نامہ کی اہمیت

عرب ممالک میں ائمہ محدثین اور علماء ربانیین نے آقا علیہ السلام کے میلاد کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ میلاد کے بیان کو بلاد عربیہ میں مولد، موالید یا مولود پڑھنا کہتے ہیں۔ اس لئے ایسی کتابوں یا مضامین کو جس میں حضور علیہ السلام کے میلاد کے واقعات مذکور ہوں، آپ ﷺ کی برکات کا تذکرہ ہو مولود کہا جاتا ہے۔ اہلِ عرب میں جو اہلِ محبت ہیں ان کے ہاں اکثر و بیشتر اب بھی یہی طریقہ رائج ہے کہ جب میلادِ پاک کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے تو وہ محافل میلاد میں ذوق وشوق سے مولود پڑھتے ہیں، حرمین شریفین میں آج بھی نثر ونظم کی صورت میں مولود پڑھے جاتے ہیں۔

مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ، شام، مصر، عراق، عمان، اردن، عرب امارات، کویت، لیبیا، طرابلس، مراکش اور دنیائے عرب کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں ائمہ ومحدثین کے تصنیف کردہ مولود نظم ونثر کی صورت میں اب بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا انبیاء علیھم السلام کی ولادت کے واقعات کو بیان کرنا مولد یا مولود کہلاتا ہے، اردو میں اس کو میلادنامہ کہتے ہیں۔

تذکارِ انبیاء سنتِ الٰہیہ ہے

بعض ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ولادت باسعادت کے ذکر کی کیا ضرورت ہے؟ ولادت تو ہو چکی اب حضور ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کی تعلیمات وسیرت کو بیان کیا جائے۔ اس سوچ اور ذہنیت کا ازالہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

قرآن وسنت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کا فقط ذکر کرنا ہی عبادت ہے یہ اللہ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں جابجا اپنے صالح ومقرب بندوں کا ذکر فرماتا ہے۔ انبیاء علیھم السلام کا ذکر بطور خاص فرماتا ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مرتضیٰ بندے ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کی ولادت اور سیرت دونوں کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کریم نے انبیاء علیھم السلام کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم کے طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن مصطفیٰ ﷺ کی زبان اقدس سے جاری ہوا تو یہ آپ ﷺ کی بھی سنت ہوگی۔ اس بناء پر حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات اور اس کی جزئیات تک بیان کرنا سنتِ الٰہیہ بھی ہے اور خود سنت مصطفیٰ ﷺ بھی۔ انبیاء علیھم السلام کے حالات وواقعات کا ذکر کرنا کتنا باعث خیر وبرکت ہے اس کی تفصیل آیات بینات کی روشنی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ یوں تو قرآن مجید نے انبیاء کرام علیھم السلام اور ان کی امتوں کے حالات وواقعات کو جابجا تفصیل سے بیان کیا ہے مگر کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں انبیاء ومقربین کے ذکر کو ہی عنوانِ کلام بنایا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند آیات درج ذیل ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورت انعام میں اپنے انبیاء کرام علیھم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَالۡیَسَعَ وَ یُوۡنُسَ وَ لُوۡطًا ؕ وَ کُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ وَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِہِمۡ وَ اِخۡوَانِہِمۡ ۚ وَاجۡتَبَیۡنٰہُمۡ وَ ہَدَیۡنٰہُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔ (الانعام، ۶: ۸۶، ۸۷)

''اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (کو بھی ہدایت سے شرف یاب فرمایا) اور ہم نے ان سب کو (اپنے زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت بخشیo اور ان کے آبا (واجداد) اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) اور ہم نے انہیں (اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لئے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما دی تھی۔''

سورۃ ابراہیم کا نام ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل کے نام پر رکھا۔ اس میں فرزندان ابراہیم علیہ السلام کو فرزند اسماعیل اور اسحاق علیھما السلام کے حوالے سے فرمایا:

۲۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ۔ (ابراہیم: ۳۹)

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق (دو فرزند) عطا فرمائے، بیشک میرا رب دعا خوب سننے والا ہےo''

۳۔ وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا۔ (ھود: ۷۵)

''اور آپ کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم کا ذکر کیجئے، بیشک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھےo''

۴۔ وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مُوۡسٰۤی ۫ اِنَّہٗ کَانَ مُخۡلَصًا وَّ کَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا۔ (مریم: ۵۱)

''اور (اس) کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجئے بیشک وہ (نفس کی گرفت سے خلاصی پا کر) برگزیدہ ہو چکے تھے اور صاحب رسالت نبی تھے''

۵۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ (مریم: ۵۶،۵۷)

''اور (اس) کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے بیشک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھےo اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھالیا تھا''

۶۔ اسی طرح یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا گیا: وَ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً وَ كَانَ تَقِيًّا۔ (مریم: ۱۳)

''اور (ہم نے) اپنے لطف خاص سے (انہیں) دردو گداز اور پاکیزگی وطہارت (سے بھی نوازا تھا) اور وہ بڑے پرہیزگار تھےo''

سورت انبیاء ساری کی ساری نفوسِ مقدسہ کے محبوب تذکروں سے بھرپور ہے حتیٰ کہ پے در پے مقرب اور محبوب انبیاء کے تذکرے شروع کرنے سے قبل آیت ۵۰ میں فرمایا جارہا ہے:

۷۔ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ط اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔ (الانبیاء: ۵۰)

''اور یہ (قرآن) برکت والا ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، کیا تم اس سے انکار کرنے والے ہوo''

''ذکرِ مبارک'' کا عنوان دے کر اگلی آنے والی متعدد آیات میں انبیاء علیہم الاسلام کا تذکرہ کیا۔

پھر اس سورت میں مقبولانِ حق کے ذکر کا سارا سلسلہ محبوبانِ عالم کے سرتاج ﷺ پر جا کر ختم کیا آیت نمبر ۱۰۷ کا اختتام حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکرِ جمیل سے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۸۔ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

''اور (اے رسولِ محتشم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔''

اس کے بعد اس سورت میں کسی اور نبی اور رسول کا ذکر نہیں فرمایا گیا کیونکہ تذکرہ محبت اپنے معراج اور نقطۂ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اہل فہم و بصیرت کے لئے اتنا ہی کافی ہے ورنہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور مقرب بندوں کے تذکرے فرمائے ہیں اور ان میں سے یکے بعد دیگرے سب کے روحانی مشاغل و معمولات کا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے مقربین کی دعاؤں اور مناجات کے کلمات بھی من وعن بیان فرمائے ہیں۔ جن سے وہ اللہ کو پکارتے تھے، ان کی عبادت گاہوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے خاص اوقات دعاء، انداز دعا اور مقامات دعا و گریہ تک بیان فرمائے ہیں۔ ان پر اپنی غیبی نوازشات کا ذکر کیا۔ ان کی آزمائشیں، ریاضات اور مجاہدات کا ذکر فرمایا اور ان کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی بیان فرمائی ہے۔ الغرض ان کے ذکر کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور ہمیں بار بار ادھر متوجہ کیا ہے کہ یہ سب التزام عبادت گزاروں اور طاعت شعاروں کے لئے ہے جو کوئی چاہے کہ اللہ کی اطاعت و عبادت اور محبوبیت و مقربیت کی راہ پر گامزن ہو تو اس کے لئے یہی تذکرے زادِ سفر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور حسن صورت کا بیان کرنا ہر صاحب ایمان ومحبت کا محبوب عمل رہا ہے۔ ائمہ محدثین، علماء کاملین اور اولیاء و عارفین سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی محافل کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں اور ہر دور میں اس حوالے سے ہزار ہا کتابیں تصنیف کی جاتی رہی ہیں تاکہ اس سنت الٰہیہ پر عمل کی برکات نصیب ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود اپنے کلام قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے میلاد کا بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کی بہت ساری شانوں میں سے ایک شان یہ بھی ہے کہ یہ میلاد نامۂ انبیاء علیہم السلام ہے اور میلاد پڑھنے والی خود ذاتِ خدا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے اللہ کے محبوب ﷺ کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے۔

میلادِ انبیاء علیہم السلام کی اہمیت

انبیاء علیہم السلام کی ولادت فی نفسہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے ہر نبی کی ولادت کی نعمت کے طفیل اس کی امت کو باقی ساری نعمتیں نصیب ہوئیں۔ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے صدقے امت محمدی ﷺ کو بعثت یعنی نبوت و رسالت کی

نعمت، نزولِ قرآن اور وحی کی نعمت، ہدایت و سیرت کی نعمت جتنی بھی نعمتیں ہیں تسلسل کے ساتھ عطا ہوئیں۔ ان ساری نعمتوں کا اصل موجب وہ دن ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ ولادت ہوئی اور ان کی اس دنیائے آب و گل میں تشریف آوری ہوئی، لہٰذا حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت پر خوش ہوکر جشن منانا ایمان کی علامت اور حضور علیہ السلام کے ساتھ قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔

ولادت یا پیدائش تو ہر انسان نے لئے خوشی کا باعث ہے، یوم پیدائش کی ایک خاص اہمیت ہوتی ہے، قرآن مجید کے نقطہ نظر سے ہر نبی کا یوم ولادت خاص اہمیت کا حامل ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورۂ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ سَلٰمٌ عَلَیۡہِ یَوۡمَ وُلِدَ وَ یَوۡمَ یَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا۔ (مریم: ۱۵)

''اور یحییٰ پر سلام ہو، ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔''

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے قرآن مجید کلام کی نسبت ان کی طرف کرکے فرماتا ہے:

وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا۔ (مریم: ۳۳)

''اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا o''

اگر ولادت کا دن قرآن وسنت اور شریعت کے نقطہ نظر سے خاص اہمیت کا حامل نہ ہوتا تو اس دن بطور خاص سلام بھیجنے کا بیان چہ معنی دارد؟ لہٰذا اسی خاص اہمیت کے پیش نظر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے انبیاء کرام کے میلاد کا ذکر فرمایا ہے۔ ذیل میں چند جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ بطور حوالہ کیا جائے گا۔

ا۔ میلاد نامۂ آدم علیہ السلام

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جہاں اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے وہیں سب سے پہلا ذکر ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کا کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ۔ (البقرہ: ۳۰)

''اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔''

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر تفصیل کے ساتھ آیا ہے اور صرف پیدائش کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی حیات طیبہ کے کئی پہلوؤں کا ذکر موجود ہے جیسے جنت میں ان کے رہن سہن، تخلیق آدم پر فرشتوں کی چہ میگوئیاں، شیطان رجیم کا اعتراض اور پیکر آدم کو سجدہ نہ کرنے کا ذکر بھی تفصیل سے موجود ہے۔ انسانی تخلیق سے متعلق جتنی آیات مبارکہ ہیں ان کے اولیں مصداق سیدنا آدم علیہ السلام ہیں جن کے احوال کو تفصیل سے قرآن مجید کی زینت بنایا گیا ہے یہی ان کا میلاد نامہ ہے۔

۲۔ میلاد نامۂ موسیٰ علیہ السلام

سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہ جلیل القدر نبی ہیں جنہوں نے فرعون جیسے ظالم، جابر اور سرکش شخص کو جو زمین پر خدائی کا دعویدار بنا بیٹھا تھا للکارا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی بعثت کے ذریعہ قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دی، فرعون کو غرق کرکے ہمیشہ کیلئے نشانِ عبرت بنادیا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل فرعون نے قوم بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ جب اسے نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں کسی ایسے بچے کی پیدائش ہونے والی ہے جس کے ذریعہ بنی اسرائیل تمہاری محکومی سے نجات پالے گی تو اس نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کردیئے، لڑکوں کو ذبح کروا دیتا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔ اس پس منظر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کے حالات، ان کی پیدائش، پھر دودھ پلائے جانے کا بیان، ان کے بامرِ الٰہی صندوق میں

ڈالے جانے، پھر فرعون کے محل کے ساتھ دریا کی لہروں کے دوش پر بہتے ہوئے صندوق کے وہاں پہنچنے کا بیان، پھر فرعون کے محل میں پرورش پانے اور رضاعت کے لئے ان کی والدہ کی طرف لوٹائے جانے، پھر جوانی اور بعثت یعنی ایک ایک چیز کو بیان کیا ہے یہی میلادنامہ موسیٰ علیہ السلام ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔ ''سورہ القصص'' کا آغاز ہی قصہ موسیٰ و فرعون سے ہوا ہے جو کہ ۵۰ آیات مبارکہ پر مشتمل ہے۔ پہلے ۵ رکوعات میں مسلسل آپ کا ذکر ہے۔

۳۔ میلادنامہ مریم علیہا السلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کا میلادنامہ بھی بیان کیا ہے جو اگرچہ پیغمبر نہیں لیکن ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور ایک پاکباز ولیہ کاملہ ہیں۔ سورہ آل عمران (آیت نمبر ۳۴ سے) کے اندر اللہ تعالیٰ نے میلادنامہ مریم علیہا السلام بیان فرمایا۔ اب کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ قرآن نے گذشتہ واقعہ بیان کیا ہے تو آپ اس کو میلادنامہ کیسے قرار دے رہے ہیں؟ تو ایسے ذہن رکھنے والے لوگوں کو جان لینا چاہیئے کہ جو چیز فقط تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کی غرض سے بیان کی جاتی ہے اس کی حدود قیود ہوتی ہیں، کہ کیا بیان کرنا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں؟ جو بات مضمون سے جتنی متعلق ہو اتنی بتائی جاتی ہے اور جو چیز غیر متعلق ہو اس کو کم از کم کلام الٰہی میں جگہ دینے اور قرآن مجید کا مضمون بنانے کا کوئی جواز نہیں۔ اب ذیل میں حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت سے متعلق آیات اور ترجمہ پر غور کریں جس سے خود بخود پتہ چل جائے گا کہ یہ نفسِ مضمون کسی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کے لئے نہیں بلکہ فقط ولادت کا قصہ بیان ہو رہا ہے جسے ہم بجا طور پر میلادنامہ سے تعبیر کر رہے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ (آل عمران: ۳۶)

''اور (یاد کریں) جب عمران کی بیوی نے عرض کیا اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے میں اسے (دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کر کے خالص تیری نذر کرتی ہوں سو تو میری طرف سے (یہ نذرانہ) قبول فرمالے بیشک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے○ پھر جب اس نے لڑکی جنی تو عرض کرنے لگی مولا! میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے، حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ اسے خوب جانتا تھا، (وہ بولی) اور لڑکا (جو میں نے مانگا تھا) ہرگز اس لڑکی جیسا نہیں (ہوسکتا) تھا (جو اللہ نے عطا کی ہے) اور میں نے اس کا نام ہی مریم (عبادت گزار) رکھ دیا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں○''

یہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت کا حسین تذکرہ ہے جسے اللہ رب العزت نے بیان فرمایا، آگے ان کے بچپن کا بیان ہو رہا ہے جب وہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سایہ عاطفت میں پرورش پانے لگیں، اس دوران اللہ رب العزت نے ان پر جو نوازشات کیں اور بے موسم پھل عطا فرمائے اس کا تذکرہ ہے، جس کے توسل سے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے اولاد نرینہ کی دعا کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت عطا فرمائی۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ میلادنامہ مریم علیہا السلام ہی تو ہے کہ اس قدر چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بیان کر دیں جن کا بظاہر تعلیم و تربیت سے کوئی تعلق نہیں مثلاً یہ فرمانا کہ وہ قرعہ اندازی کر رہے تھے، اپنے قلم پھینک رہے تھے اور یہ بات کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے، لیکن امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کا کون سا پہلو سنت الٰہیہ کی پیروی میں

اس کے اندر پوشیدہ ہے؟ اگر بیان کرنے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا میلادنامہ بیان کریں، آپ ﷺ کے حالات و واقعات کی تفصیلات و جزئیات اور آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ظہور میں آنے والے آثار و برکات بیان کریں تو یہ بھی نہ صرف دین اور ایمان کی بات بلکہ اصل ایمان ہے۔ کاش کوئی اتنی سی بات سمجھ سکے کہ اگر اللہ کی ایک پاکباز ولیہ کا میلادنامہ قرآن مجید میں بیان ہو رہا ہے تو مصطفیٰ ﷺ جو محبوب رب العالمین ہیں اور تاجدار انبیاء علیہم السلام ہیں ان کا میلادنامہ کیوں بیان نہیں ہو سکتا اور یہ ہرگز ہرگز بدعت نہیں بلکہ جزو ایمان، اصلِ ایمان اور عین توحید ہے۔

۴۔ میلادنامۂ یحییٰ علیہ السلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلادنامے کو بھی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ جب ان کے والد گرامی قدر اور اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے دوران توسل مکانی کیا اور حجرہ مریم علیہا السلام میں کھڑے کھڑے دعا کی۔ سورۃ مریم میں ان کی ولادت کا مکمل بیان آ رہا ہے جبکہ پہلے رکوع (آیت نمبر ۱ تا ۱۵) میں سارا بیان میلاد یحییٰ علیہ السلام کا ہے۔۔۔۔ ان آیات مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میلادنامہ یعنی پیغمبر کی ولادت کا ذکر قرآن کے الفاظ میں اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد کا ذکر رحمت رب ہے تو میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر نص قرآن سے بدرجہ اولیٰ رحمت ثابت ہوا۔ ولادت مصطفیٰ ﷺ سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے، لہٰذا عقلی و منطقی رو سے بھی میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ذکرِ رحمت ہوگا۔

۵۔ میلادنامۂ عیسیٰ علیہ السلام

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام جو اللہ رب العزت کی پاکباز ولیہ تھیں ان کے میلادنامہ کے بیان کے بعد ان کے فرزند اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلادنامہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ سورہ مریم کا ایک مکمل رکوع میلادنامہ عیسیٰ علیہ السلام پر مشتمل ہے جس میں ان کی ولادت سے قبل ان کی والدہ محترمہ کو بیٹے کی خوشخبری دی گئی اس کا تفصیلی بیان بھی قرآن مجید کی سورہ آل عمران آیت ۴۵ تا ۴۷ میں مذکور ہے:

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر تفصیل سے سورہ مریم آیت نمبر ۱۶ تا ۳۵ میں کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی بیان کیا گیا کہ کس طرح جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے روح پھونکی اور حضرت مریم علیہا السلام اُمید سے ہو گئیں، بچوں کی ولادت کے وقت جیسے ہر ماں کو دردزہ ہوتا ہے، جو کہ معمول کی چیز ہے حضرت مریم علیہا السلام کو بھی تکلیف لاحق ہوئی لیکن قرآن نے حضرت مریم علیہا السلام کی اس تکلیف کا بھی ذکر کیا، بتقاضائے نسوانیت ان کے شرمانے کا ذکر بھی قرآن مجید نے کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ جو خلوت گزیں ہو گئیں اس کا ذکر کیا، پھر تکلیف کو رفع کرنے کے لئے اللہ نے چشمے کا شیریں پانی مہیا کیا، تازہ کھجوریں دیں جسے کھانے سے تکلیف دور ہو گئی، پھر عین ولادت کا ذکر کیا، پھر ولادت کے بعد جب وہ نومولود کو اٹھا کر اپنے لوگوں کے پاس لے گئیں ان کے طعنوں کا ذکر کیا اور طعن و تشنیع کے جواب میں پنگھوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کرنے کا ذکر کیا۔

۶۔ میلادنامۂ مصطفیٰ ﷺ

گذشتہ صفحات میں ہم نے ''قرآن میلادنامہ انبیاء علیہم السلام'' کے عنوان سے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے میلادنامے بیان کئے جن کا میلادخواں خود خدائے رحمان ہے۔ قرآن کے حوالے سے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے میلادنامے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ولادت کے واقعات کا ذکر، ان کے کمالات و برکات اور ان پر رب کریم کی عنایات کا ذکر کیا جائے، یہ سب سنتِ الٰہیہ اور ان کا بار بار دہرانا قرآن کا منشاء ہے۔ اب یہاں ذہن میں سوال

پیدا ہوتا ہے کہ وہ انبیاء کرام جو حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے ہوئے ان کا ذکر تو قرآن مجید میں آیا ہے تو کیا حضور علیہ السلام کی ولادت کا بھی کوئی ذکر قرآن مجید میں ہے؟ تو اس کا جواب اثبات میں ہے۔ قرآن مجید میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مطالعۂ قرآن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے نبیوں کی ولادت کا ذکر فرما کر ان کی شان کو اجاگر کیا اور یہی میلادنامۂ انبیاء ہے۔ اگر قرآنی آیات کے مفہوم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ رب العزت نے امام الانبیاء رحمت عالم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا وہ فقط ذکرِ ولادت تھا مگر جب آپ ﷺ کا ذکر کیا تو اس شان امتیاز کے ساتھ کیا کہ آپ ﷺ کی ولادت کی نسبت سے نہ صرف آپ ﷺ کے شہر ولادت بلکہ آپ ﷺ کے آباو اجداد اور خود آپ ﷺ کی قسم کھاتے ہوئے، ارشاد فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِo وَ اَنْتَ حِلٌّ م بِهٰذَا الْبَلَدِo وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَo (البلد: ۱ تا ۳)

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوںo (اے حبیب مکرم) اس لئے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیںo (اے حبیب مکرم آپ کے) والد (آدم علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام) کی قسم اور (ان کی) قسم جن کی ولادت ہوئیo''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شہر مکہ کو اس وجہ سے لائقِ قسم نہیں ٹھہرایا کہ وہاں کعبۃ اللہ، حجر اسود، مطاف، حطیم، صفا و مروہ اور آب زمزم ہے بلکہ قسم کھانے کی وجہ ازروئے قرآن یہ ہے کہ اس شہر کو محبوب خدا کی جائے سکونت ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی کہ وہ محبوب ﷺ کا مسکن ہے، پھر اپنے محبوب ﷺ کے جملہ آباؤ اجداد کی قسم کھائی۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے پیدا ہونے کی قسم نہیں کھاتا بلکہ صرف ایک ہی پیدا ہونے والی ہستی کی قسم کھاتا ہے جس کے باعث ہر کوئی پیدا ہوا ہے۔

ان آیات مقدسہ کے ذریعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ سمجھا دیا کہ میرے محبوب کی ولادت کا ذکر قیامت تک آنے والوں پر واجب ہے، یہ سوچ کہ ولادت کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات سے انکار کے مترادف ہے کیونکہ انبیاء کی ولادت کا ذکر کرنا اور ان کا میلادنامہ قرآن میں بیان کر کے اس کی تلاوت کا حکم دینا منشائے خداوندی ہے۔ جب حضور ﷺ کا ذکر بعنوان میلاد کرتے ہیں تو اللہ کی سنت ادا ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات میلاد کے بیان، قرآن مجید کی ان آیات کے مفہوم پر جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی ولادت کو بیان کیا ہے، غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان آیات میں بیان کردہ واقعات کا امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ ان سب واقعات کا مقصود میلادنامہ انبیاء کا بیان ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے برگزیدہ انبیاء کی ولادت کا ذکر اس قدر اہتمام سے کیا کہ انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے خیال کو بھی بیان کیا میلادنامہ یحییٰ علیہ السلام پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب ان کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام حجرۂ مریم علیہا السلام میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کے پاس بے موسم پھلوں کو دیکھا تو اسی جگہ بیٹے کی ولادت کی دعا مانگی، پھر جب ان کو خوشخبری ملی کہ بیٹا عطا ہوگا تو دل میں بشری تقاضے کے تحت ایک خیال آیا کہ میں اتنا بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے تو میرا بیٹا کیسے پیدا ہوگا؟ یہ خیال آتے ہی اللہ کی بارگاہ میں سوال کیا تو قرآن نے اس خیال اور اس کے نتیجے میں ذہن میں پیدا ہونے والے سوال کا بھی ذکر کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جو جواب دیا اس کا ذکر بھی فرمایا۔

اسی طرح میلادنامہ عیسیٰ علیہ السلام کا مطالعہ بھی بڑا ایمان افروز اور فکر انگیز ہے اس میں بعض چیزوں کو پڑھ کر کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس قدر معمول کی چیزوں کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے لے کر ولادت عیسیٰ علیہ السلام تک لمحہ بہ لمحہ واقعات کا ذکر، دردزہ کی تکلیف کا تذکرہ اور اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کو جو پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے اس پریشانی کے عالم میں جب کہا ''اے کاش! میں پہلے سے مرگئی ہوتی اور بالکل

بھولی بسری ہو چکی ہوتی۔'' اس قسم کی باتوں کا بھی ذکر کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ شعور عطا کیا کہ جس طرح قرآن دیگر انبیاء کی ولادت کے باب میں بہت سے واقعات بیان کرتا ہے اسی طرح جب حبیب کبریاء سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے اور ان کی ولادت کا ذکر چھڑے تو تم بھی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بات شروع کرو اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود سے لے کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گاؤں تک کے سارے واقعات بیان کرو اور جو کمالات و برکات مشاہدے میں آئے ان کا ذکر کرو یہی سنتِ الٰہی اور منشاءِ قرآن ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر تو وحیٔ الٰہی کے ذریعے حضور علیہ السلام نے کیا اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بعد میں آنے والوں ہی نے کرنا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ ﷺ کا ذکر امت ہی کرے گی کوئی نبی نہیں۔

میلادنامۂ مصطفیٰ ﷺ انہی واقعات کا بیان ہے جو آقا علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے قبل اور ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ نور محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک کس طرح پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا، آپ ﷺ کی ولادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر کیا کیا احسانات فرمائے۔ اب جب بھی بطور خاص ماہ میلاد ربیع الاوّل آتا ہے تو اس میں آپ ﷺ کے حسین تذکروں سے آپ ﷺ کی محبت کا پیغام عام کیا جاتا ہے۔ یہ بڑا ایمان افروز سماں ہوتا ہے کہیں نعت خوانوں کی ٹولیاں جمع ہو کر حضور علیہ السلام کے زلف و رخسار کی بات کرتی ہیں، کوئی شہر مدینہ کے گلی کوچوں، کوئی گنبد خضرا کے حسین منظر کی، کوئی روضہ اقدس کی سنہری جالیوں کی بات کرتا ہے، کوئی اس شہر دلنواز کی روشنیوں اور رونقوں کی بات کرتا ہے، کوئی آقا علیہ السلام کے دیدار و وصال کی بات کرتا ہے، کوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا تذکرہ کرتا ہے، کوئی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنے اور آقا علیہ السلام کو لے جانے کی بات کرتا ہے، کوئی حضور ﷺ کے بچپن کی بات کرتا ہے، کوئی چودہ سو سال پیچھے پلٹ کر شہر مکہ کی وادی میں آقا علیہ السلام کے خرام ناز کا حسین تذکرہ چھیڑتا ہے، الغرض اس مہینے میں فقط محبت کے ترانے گونجتے ہیں، محبت کے تذکرے ہوتے ہیں، آقا علیہ السلام کی ولادت اور بچپن کی باتیں ہوتی ہیں، یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کے دلوں کے اندر موجود خوابیدہ محبتِ رسول ﷺ عشق کے یہ ترانے سن کر جاگ اٹھے۔۔۔گذشتہ صفحات میں قرآن مجید کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کے میلادناموں کے بیان سے اس سوال کا رد ہو جاتا ہے کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کے عنوان کے تحت یہ بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ کس طرح نور محمدی ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت میں آیا؟ حضور ﷺ کی ولادت کس طرح ہوئی؟ وغیرہ۔ اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ انبیائے اکرام کے احوال پڑھ کر بھی اگر کوئی یہ سوچے اور سمجھے کہ ان چیزوں کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تو اس سے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کوئی قصے کہانی کی کتاب نہیں جس میں معاذ اللہ غیر ضروری اور بے فائدہ باتوں کا ذکر کیا گیا ہو۔ ❁❁❁❁❁❁❁

الحدیث

اللہ کا فیصلہ

اسلام ہی غالب آئے گا

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا۔

لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَذُلِّ ذَلِيْلٍ، اِمَّا يُعِزُّهُمُ اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ اَهْلِهَا اَوْيُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا قُلْتُ فَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ. (مسند امام احمد)

''حضرت مقداد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ سرزمین عرب پر کوئی گھریا رہائشی خیمہ ایسا نہیں بچے گا، جہاں اسلام کا پیغام نہ پہنچ جائے، اس سے عزت والے کو مزید عزت اور ذلیل کو مزید ذلت نصیب ہوگی۔ یاتو اللہ تعالیٰ انہیں عزت دے گا اور اہل کلمہ میں سے ہونے کا شرف عطا فرمائے گا یا انہیں ذلیل کرے گا۔ پس انہیں اس کے آگے جھکنا پڑے گا (میں نے دل میں سوچا، اس روز تو اللہ کے دین ہی کی حکومت ہوگی)''۔

معانی الفاظ و شرحِ حدیث

مَدَر : کچی اینٹ کو کہتے ہیں اس کی جمع مدر ہے۔ ''بیت مدر'' اس گھر کو کہتے ہیں جو کچی اینٹ، روڑے اور گارے سے بنایا گیا ہو جیسا کہ دیہاتیوں میں رواج ہے۔

وَبَر : اُون کو کہتے ہیں۔ سرزمین عرب میں اُون کے خیمے بنائے جاتے تھے جنہیں رہائشی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا ایسے خیمے کو ''بیت و بر'' کہتے تھے۔

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اسلام کو غلبہ و اقتدار حاصل ہونے سے کافی عرصہ پہلے مسلمانوں کے اطمینان کے لئے یہ پیش گوئی فرمائی کہ حالات یکساں نہیں رہیں گے بلکہ ان میں تنوع پیدا ہوگا اور مسلمان مغلوبیت کی زنجیروں سے نکل کر بالا دستی کی پوزیشن میں آجائیں گے اور اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچ جائے گا یہاں تک کہ جو دیہاتی اور صحرائی خیمہ نشین لوگ ہیں وہ بھی اس کے بارے میں جان لیں گے۔

اس کے بعد یہاں کے لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔

ا۔ کچھ لوگ برضا و رغبت اسلام قبول کرلیں گے اور اس کی محبت دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار کر اس کے فرمانبردار بن جائیں گے، انہیں اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائے گا اور وہ اسلام کے حلقہ بگوش بن کر دنیاوی، اخروی اور جسم

وجاں کی راحتیں حاصل کریں گے۔

۲۔ کچھ لوگوں کو یہ فضا اور اسلام کی بالا دستی اور آقائی پسند نہیں آئے گی وہ اس کی عظمت اور شان و شوکت دیکھ کر کڑھیں گے، مگر دین کو ایسا غلبہ حاصل ہوگا کہ انہیں دم مارنے کی جرات نہیں ہوگی۔ لہذا وہ مجبوراً اس کے مطیع اور باج گذار بن جائیں گے۔ اس طرح دل سے اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے انہیں ذلت برداشت کرنا پڑے گی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ ذلیل ہوجائیں گے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں نے سوچا اس روز تو دین کی شان و شوکت دیکھنے والی ہوگی۔ ہر طرف اسی کی عظمت کا چرچا ہوگا اور کسی کو جرات نہیں ہوگی کہ اس کے ظاہری و باطنی اقتدار کے آگے دم مار سکے۔

اسلام کے عالمگیر غلبہ کی پیشین گوئی پر مستشرقین کے اعتراضات

اس حدیث پاک میں صرف سرزمین عرب کے طول وعرض میں اسلام کے ہمہ پہلو غلبہ واقتدار کی پیشین گوئی کی گئی ہے، کہ یہ وسیع وعریض زمین جو کلمہ گو مسلمانوں کے لئے اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوچکی ہے اور اہل حق کے لئے اس پر سانس لینا دشوار ہورہا ہے اور ان کا ناطقہ بند کردیا گیا ہے ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ زمین ایمان داروں کے لئے اپنے بازو پھیلادے گی اور اس سے تمام علاقے بلاشرکت غیرے ان کے قبضہ وتصرف میں آجائیں گے اور خوف و دہشت کی وہ فضا ختم ہوجائے گی جو اب قائم ہے، لوگ علانیہ اپنے مالک کے احکام کی پیروی کرنے لگیں گے اور شعائر دین پر عمل پیرا ہونگے، کسی کو جرات نہیں ہوگی کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے، جو لوگ دل سے دین کا یہ غلبہ برداشت نہیں کرسکیں گے وہ اس کی قلمرو میں ذلیل اور باجگذار بن کر رہیں گے، مقتدر حکمران بن کر نہیں۔

مستشرقین اور مسلمانوں کے دلوں میں دانستہ شکوک وشبہات پیدا کرنے کے شوقین اور ان کے ہم خیال و دمساز لوگ اس حدیث پاک کے مضمون کے ساتھ کچھ اور قرآنی آیات کا ذکر کرکے جن میں اسلام کے غلبہ واقتدار کی پیشین گوئی کی گئی ہے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام اپنے دعوؤں میں سچا نہیں کیونکہ جن آیات واحادیث میں عالمگیر غلبہ و اقتدار کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کو کبھی بھی حاصل نہیں ہوا، مسلمانوں کی موجودہ سیاسی ابتری، معاشی زبوں حالی، اخلاقی گراوٹ، اتحاد ویقین اور عزم واستقلال کی کمی اور ان کی صفوں میں پائی جانے والی عبرتناک افراتفری، اس کی واضح دلیل ہے۔ آج جتنے یہ لوگ بے یقین، شکستہ صف اور سیاسی یتیم ہیں، اس حد تک کسی اور دین کے لوگ دکھائی نہیں دیتے۔

جن آیات کو وہ اپنے مضمون کے ساتھ ملاتے ہیں وہ یہ ہیں:

☆ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ. هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ.

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور منہ کے ساتھ پھونکیں مار کر بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ اسے مکمل کرکے ہی چھوڑے گا، اگرچہ کافر ناپسند کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو دین حق اور ہدایت دے کر یہاں بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غلبہ عطا کرے اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کرتے رہیں''۔

☆ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ

قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِي ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِنۡ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا.

''جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح گذشتہ لوگوں کو خلافت عطا فرمائی تھی اور جو دین ان کے لئے پسند کیا ہے اسے غلبہ عطا کرے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا''۔

دراصل بات یہ ہے کہ یہ اسلام کے دشمنوں کی وسوسہ اندازی اور پروپیگنڈا مہم ہے جو وہ اس انداز سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چلاتے ہیں اور قرآن و اسلام کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی اس وسوسہ اندازی اور پیدا کردہ بدگمانی کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں حالیہ ابتری۔۔۔ دلوں کی بے یقینی، قومی سطح پر ضعف و ناتوانی، سیاسی بدحالی، منظم منصوبہ بندی اور یکجہتی کی کمی۔۔۔ ان کی اپنی بدعملی، اسلامی تعلیمات سے دوری، خدا و رسول ﷺ سے بے تعلقی، احکام شریعت سے روگردانی، دنیا سے بے پناہ محبت اور عیش و عشرت سے غیر معمولی شغف کا نتیجہ ہے۔۔۔ اگر ان کی اجتماعی حالت قابل رحم ہوگئی ہے اور وہ اقوام عالم کی نظروں میں گر گئے ہیں یا بین الاقوامی صفوں میں اپنا مقام کھو بیٹھے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ شروع ہی سے ایسے تھے اور کسی زمانے میں بھی آسمان کی آنکھ کا تارا اور دلوں کا سہارا نہیں تھے۔۔۔ یا یہ کہ ان کے قوی ہیکل گھوڑوں نے صحراؤں کے سینے نہیں روندے تھے۔۔۔ یا ان کے سامنے دریا پایاب نہیں ہوئے تھے۔۔۔ یا انہوں نے یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں نہیں دی تھیں۔۔۔ یا افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اپنے پرچم نہیں لہرائے تھے۔۔۔ یا قیصر و کسریٰ ان کے ناموں کی ہیبت سے نہیں تھراتھرتے تھے۔۔۔ یا ان کے بحری بیڑوں نے سمندروں کی سینوں کو چیرا نہیں تھا۔۔۔ یا ان کی عظمت کے آگے افلاک سرنگوں نہیں ہوئے تھے۔۔۔ یا روح محمد ﷺ سے وفا کے صلہ میں وہ لوح و قلم پر اپنی تقدیر خود نہیں لکھا کرتے تھے۔۔۔ ان میں سے کون سی شان تھی جو انہیں حاصل نہیں تھی اور کون سی آقائی تھی جو ان کے در کی باندی نہیں تھی۔۔۔ مگر افسوس کہ وہ اسلام کے چاہنے والے نہ رہے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والے نہ رہے۔۔۔ دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے لئے سمندروں اور طوفانوں سے لڑنے والے نہ رہے، وہ ساری عظمتیں سمیٹ کر اپنے ساتھ لے گئے کیونکہ۔۔۔ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر۔۔۔ اور ہم نے چونکہ ان کی روش صالح ترک کردی اس لیئے۔۔۔ ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہوکر۔ تو مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی، دگرگوں حالت، پستی اور گراوٹ کی ذمہ داری، ان کی اپنی بدعملی پر عائد ہوتی ہے۔ یہ کہنا کہ انہوں نے جاہ و جلال اور قوت و اقتدار کا کبھی منہ دیکھا ہی نہیں یا وہ ایسے ہی تھے اور ایسے ہی رہ رہے ہیں، یہ تاریخی حقائق کا منہ چڑانے اور اسے مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کی موجودہ حالت کا تعلق ہے وہ ان کے اپنے گناہوں کی شامت اور برے اعمال کا نتیجہ ہے کیونکہ قرآن پاک نے غلبہ و اقتدار کا مشروط وعدہ کیا ہے۔ وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ کہ غلبہ و اقتدار اور علو تمہیں اس صورت میں نصیب ہوگا جب تم ایمان کی قندیل سینے میں فروزاں کرکے آگے بڑھو گے اور مسلمان بن کر جیو گے۔ یہ نہیں کہ اعمال سے تو شیطان کو بھی شرماؤ گے مگر اقتدار تمہارے گلے کا ہار بنا رہے گا۔

ہاں یہ بات ضرور ہے، اگر آج بھی مسلمان اپنی حالت پر نظر ثانی کرلیں اور نافرمانی و بے عملی کی روش ترک کرکے صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں تو وہی شوکت رفتہ پھر بحال ہوسکتی ہے اور ان کے مردہ جسم میں زندگی کی نئی لہر دوڑ سکتی ہے اور بجھی ہوئی چنگاری سے پھر ایک نیا جہاں تعمیر ہوسکتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا   آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

جمعۃ المبارک ۔۔۔ فضائل و مسائل

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

حصہ اول

لفظ ''جمعہ'' کا مادہ جمع/ ج، م، ع، ہے۔۔۔ جمع الشئی عن تفرقه وان لم يجعل كالشئی الواحد. '' بکھری ہوئی چیز کو جمع کرنا اگرچہ ایک چیز نہ بنایا جائے'' ۔۔۔ ''استجمع الیل اجتمع من كل موضع''. سیلاب کا پانی ہر جگہ سے آ کر جمع ہوگیا۔۔۔ تجمع القوم. ''قوم ادھر ادھر سے آ کر ایک جگہ جمع ہوگئی'' ۔۔۔ الجمع اسم لجماعة الناس. ''لوگوں کی جماعت'' ۔۔۔ قرآن کریم میں ہے۔ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ. ''جب صحابہ کرام رسول پاک ﷺ کے ہمراہ کسی جامع معاملہ میں موجود ہوں تو بلا اجازت نہیں جاتے'' ۔۔۔ الزجاجہ نے کہا بعض علماء نے کہا یہ جمعہ کے دن ہوتا تھا۔ کہا کہ اللہ پاک نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب وہ اس کے نبی محترم ﷺ کے ہمراہ ہوں جہاں ضرورت ہو مثلاً جنگ وغیرہ جہاں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، تو آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر نہ جائیں۔۔۔ پہلے جمعہ کو ''عروبہ'' کہا جاتا تھا۔

جمعہ یوم میلاد مصطفیٰ ﷺ

امام سہیلی نے الروض الانف میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے جد اعلیٰ کعب بن لوی رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے یوم عروبہ (جمعہ) کو لوگوں کو جمع کیا۔۔۔ ''عروبہ'' کو ''جمعہ'' کا نام اسلام نے دیا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے یوم عروبہ کا نام یوم جمعہ رکھا اور سیدنا کعب بن لوی قریش کو خطاب فرماتے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی آمد (بعثت) کے تذکرے سناتے اور ان کو بتاتے کہ حضور ﷺ میری اولاد میں سے ہونگے اور لوگوں کو آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیتے اور اس محفل میں اشعار پڑھتے جن میں ایک یہ بھی ہے۔

یالیتنی شاهد فحواء دعوته　　　اذا قريش تبغی الحق خذلانا

''کاش میں (محمد ﷺ) کی دعوت کے وقت موجود ہوتا جب قریش حق کو ذلیل کرنے کے درپے ہونگے''۔

(الامام الفقیہ المحدث ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی (۵۰۸ھ۔۵۸۱ھ) الروض الانف، شرح سیرۃ ابن ہشام ج ا ص ۶ طبع لاہور)

☆ ثعلب سے یہ بھی مروی ہے کہ جمعہ کا نام جمعہ اس لئے پڑ گیا کہ قریش جناب سیدنا قصی کے پاس دارالندوہ میں جمع ہوتے تھے۔۔۔ بعض نے کہا اسلام میں جمعہ کا نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔

☆ الکشی کی حدیث میں ہے کہ انصار نے ''جمعہ'' کا نام رکھا تھا کیونکہ وہ اس دن جمع ہوتے تھے۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس دن کا نام اس لئے جمعہ پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن آدم علیہ

السلام کو پیدا کیا۔
(امام لغت محب الدین ابوالفیض السید محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی، شرح تاج العروس من جواہر القاموس ج۵ ص۳۰۶ بیروت)
(علامہ ابوالقاسم الحسین بن محمد، المعروف بالراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن ص ۹۷ طبع کراچی)
(حافظ علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۵۳ طبع بیروت)
(علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن عینی، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۶۱ طبع کوئٹہ) (العلامہ ابن منظور، لسان العرب ج ۲ ص ۳۵۹ طبع بیروت)
☆ **یوم الجمعه سمی به لاجتماع الناس فیه.** ''جمعہ کا دن اس لئے نام رکھا گیا کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں''۔
(امام مجدالدین ابوالسعادات المبارک محمد الجزری ابن الاثیر (م ۵۰۷ھ)، النہایہ فی غریب الحدیث ج۱ ص ۲۹۷ طبع ایران)
☆ **سمیت جمعة لاجتماع الناس فیها وکان یوم الجمعة فی الجاهلیة یسمی العروبه.**
''جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا گیا کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں اسے عروبہ کہا جاتا تھا''۔
(نووی شرح مسلم، ج۱ ص ۲۷۹ طبع کراچی)

قرآن وحدیث کی روشنی میں فضائلِ جمعہ

قرآن کریم میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. (الجمعه: ۹ تا ۱۱)

''اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو! اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، اس امید پر کہ فلاح پاؤ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ فرمائیں وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے''۔

فضائل جمعہ احادیث مقدسہ کی روشنی میں

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہم ہی آخر ہیں (دنیا میں آنے میں)۔۔۔ ہم ہی سب سے آگے (جنت میں جانے میں)، البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہم کو ان کے بعد پھر یہ جمعہ کا دن اُن پر فرض ہوا، جس میں انہوں نے اختلاف کیا، اللہ پاک نے ہم کو اس کی راہ دکھادی۔ دوسرے لوگ اس سلسلہ میں ہمارے تابع ہیں۔ یہودی کل (ہفتہ) اور نصاریٰ کل کے بعد (اتوار)''۔ (متفق علیہ)

☆ مسلم کی روایت میں ہے فرمایا ''ہم ہی آخر و اول ہیں، قیامت کے دن اور ہم ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہیں''۔

حضرت ابوہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گفتگو کے آخر میں فرمایا۔

نحن الاخرون من اهل الدنيا والاولون يوم القيمة المقضی لھم قبل الخلائق.

''دنیا والوں میں ہم ہی سب سے آخر ہیں اور قیامت کے دن ہم ہی سب سے پہلے ہیں۔ جن کا فیصلہ باقی مخلوق سے پہلے ہوگا''۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج منها ولا تقوم الساعة الافی یوم الجمعة.

''سب سے بہتر دن جس پر سورج چمکا جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی (ان کا یوم میلاد ہے) اسی میں وہ جنت میں داخل ہوئے اور اس میں وہاں سے نکالے گئے اور قیامت جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی''۔(صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''جمعہ کے دن ایک لمحہ ایسا ہے کہ جو مسلمان اس لمحہ اللہ پاک سے جو اچھی چیز مانگے اللہ پاک اسے وہی دیدتا ہے''۔(متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں الفاظ میں اتنا اضافہ ہے کہ ''وہ لمحہ بہت مختصر ہوتا ہے'' اور متفق علیہ روایت میں الفاظ کا اضافہ بھی دوسری روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن ایک لمحہ ایسا ہے کہ اس لمحہ کوئی مسلمان کھڑا نماز ادا کرے اور اللہ پاک سے کوئی بھلائی مانگے، اللہ پاک اسے عطا فرماتا ہے''۔

☆ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قبولیت کی وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز ختم ہونے کے درمیان والا وقت ہے''۔(مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مقبولیتِ دعا کی وہ گھڑی جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جمعہ کے دن آخری گھڑی کیسے ہوسکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ جو مسلمان اس وقت نماز پڑھے، حالانکہ غروب آفتاب کے وقت نماز درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کوئی نماز کے انتظار میں بیٹھے جب تک نماز ادا نہ کرے وہ نماز میں ہے۔ اس پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا درست ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہی مراد ہے''۔
(امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ گھڑی جس میں قبولیت دعا کی امید ہے جمعہ کے دن نماز عصر سے، سورج غائب ہونے تک ہے''۔(ترمذی)

☆ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام کی پیدائش اور اسی میں آپ کی وفات ہوئی۔ اسی میں صور پھونکا جائے گا۔ اسی میں دل دہلا دینے والی آواز بلند ہوگی جس سے ہر ذی روح مرجائے گا۔ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیه فان صلوتکم معروضة علی.

''جمعہ کے دن مجھ پر بہت زیادہ درود (وسلام) پڑھا کرو۔ بے شک تمہارا درود (وسلام) مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی آپ کی وفات کے بعد آپ پر ہمارا درود (وسلام) کیسے پیش ہوگا۔ فرمایا:

ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء. ''بے شک اللہ پاک نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کردیے ہیں''۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۲۰ طبع کراچی)

☆ ابولبابہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار (سیدالایام) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑھ کر عظمت والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حضور عید قربان اور عیدالفطر سے بھی بڑا ہے۔ اس میں پانچ فضیلتیں ہیں۔ ا۔ اسی میں اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔۔۔ اور اسی میں اللہ پاک نے انہیں جنت سے زمین پر اتارا۔۔۔ اور اسی میں اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو وفات دی۔۔۔ اور اسی میں ایک ساعت ایسی بابرکت وسعادت ہے جس میں بندہ جو بھی مانگے اسے ملتا ہے بشرطیکہ حرام کا سوال نہ ہو۔۔۔ اور اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ تمام مقرر فرشتے، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور سمندر جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔'' (ابن ماجہ، احمد)

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ، مَشْھُوْدٌ یَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہ، حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدِ الْمَوْتِ؟ قَالَ اَللّٰہُ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاء وَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ.

''مجھ پر جمعہ کے دن بہت زیادہ درود (وسلام) پڑھا کرو! بے شک اس میں شمولیت کے لئے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کوئی بھی آدمی جب مجھ پر درود (وسلام) پڑھتا رہتا ہے اس کا درود (وسلام) مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا بے شک اللہ پاک نے زمین پر نبیوں کے جسم حرام کردیئے۔ سو اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق ملتا ہے''۔ (ابن ماجہ)

☆ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو، اللہ پاک اسے قبر کے فتنہ (وعذاب) سے محفوظ رکھتا ہے۔ (احمد، ترمذی)

جمعہ روز عید ہے

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سورہ مائدہ کی آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ پڑھی۔ ان کے پاس ایک یہود تھا بولا:

لو نزلت هذه الآية علينا لاتخذونها عيدا. فقال ابن عباس فانها نزلت فی يوم عيدين فی يوم جمعة ويوم عرفة.

''اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی ہم اس دن کو عید بنالیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت جس دن نازل ہوئی، ہمارے اسلام میں اس دن دو عیدیں تھیں۔ ا۔ جمعہ کا دن اور ۲۔ نوذی الحجہ، حج کا دن''۔ (ترمذی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا رسول اللہ ﷺ فرماتے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ.

''الٰہی رجب اور شعبان میں ہمارے لئے برکت کردے اور ہمیں رمضان تک پہنچادے''۔ اور فرماتے۔ لیلة الجمعة یوم اَزْھَرُ. ''جمعرات کا دن بارونق، نورانی دن ہے''۔ (بیہقی فی الدعوات الکبیر)

(جاری ہے)

ذات و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ میں پنہاں

زندگی کا حقیقی شعور

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

زندگی کا حقیقی شعور کس شے میں ہے۔۔۔ آدمی کو شرف و امتیاز کسی چیز سے ملتا ہے۔۔۔ کون سا احساس اس کے لئے عزت و سرفرازی لے کر آتا ہے۔۔۔ میں نے اس سوال پر جتنا بھی غور کیا ہمیشہ ایک ہی جواب ملا۔۔۔ یہ کہ آدمی دوسروں کی عزت افزائی کرے۔۔۔ وہ اپنے جذبوں کی ہر پہنائی میں دوسروں کو ساتھ لیکر اترے۔۔۔ اور احساس کے ہر افق پر محبت کی چاندی بکھیرتا نظر آئے۔۔۔ جیون کی کھیتی میں وہ جب بھی کوئی فصل اگائے۔۔۔ پیار ہی اگائے۔۔۔ اور پیار ہی لٹائے۔۔۔ وہ زندگی کے راستوں میں جب چلے۔۔۔ مل کر چلے۔۔۔ دوسروں سے الگ نہ ہو۔۔۔ اسے تنہا کوئی خوشی نہ بھائے۔۔۔ جو خوشی دیکھے سب میں بانٹے۔۔۔ وہ نفع پہنچا کر راحت پائے۔۔۔ اور عزت دے کر، عزت لائے۔۔۔ یہی معیارِ عزت ہے خدا کے ہاں۔۔۔ اور یہی ہے سیرت میرے حضور ﷺ کی۔۔۔ آپ ﷺ ہمیشہ عام لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہے۔۔۔ جو چاہتا، جب چاہتا حضور اکرم ﷺ سے مل سکتا تھا۔۔۔ (امام احمد، کتاب الزہد ابن عساکر سبل الھدی ۷/۳۴)۔۔۔ دستر خوان پر کبھی اکیلے کھانا نہ کھاتے۔۔۔ ہر ایک کو شریک طعام کرتے۔۔۔ مجلس میں کبھی نمایاں جگہ نہ لیتے۔۔۔ حلقہ عام میں گھل مل کر بیٹھتے۔۔۔ چلتے ہوئے ہمرائیوں سے الگ نہ ہوتے۔۔۔ ساتھ ساتھ چلتے۔۔۔ سواری پر کسی ہمسفر کو ساتھ بٹھاتے۔۔۔ مریضوں کی عیادت کرتے اور جنازوں میں شامل ہوتے۔۔۔ **کان النبی ﷺ یعود المریض ویشهد الجنازة**۔۔۔ (۶) (ترمذی ۳/۳۳۷)

غریبوں کی دلجوئی کرتے۔۔۔ ان کی دعوت قبول فرماتے اور ان کے گھر جاتے۔۔۔ لوگوں کے کام کرتے اور ان کی ضرورتیں برلاتے۔۔۔ **ان کانت الأمة لتاخذ بید رسول الله ﷺ فتنطلق بهافی حاجتها** (صحیح بخاری ۱۰/۴۸۹)

سفر حضر میں ہر اجتماعی موقع پر چھوٹے بڑے کام میں صحابہ کے ساتھ شریک محنت ہوئے۔۔۔ مسجد کی تعمیر، خندق کی کھدائی، جہاد کی تیاری، کاروان سفر، اور پڑاؤ ڈالنے کے مواقع پر حضور اقدس ﷺ ہر قسم کے کاموں میں عملاً بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔۔۔ یہ سماجی شعور کی وہ برتر سطح ہے جو میرے آقا و مولا نے اپنے کمال فکر، ندرت احساس اور عظمت کردار کے ذریعہ اجاگر فرمائی۔۔۔ نوع بشر کو آپ ﷺ نے اجتماعیت، رفاقت، باہمی تعاون، دوستی اور خدمت کے جن اعلیٰ اصولوں اور پاکیزہ روایات سے عملاً روشناس کرایا اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں اور نہیں ملتی۔۔۔ حضور ﷺ کے طرز حیات میں جو فطری بے ساختگی نظر آتی ہے وہ کائنات میں سب سے یکتا اور انمول ہے۔۔۔ حسن کردار کا ایسا خزانہ جو دنیا والوں کے لئے ہمیشہ آئیڈیل رہے گا۔۔۔ ندرت احساس کا اجلا منظر جسے دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔۔۔ اور شعور

زندگی کی وہ سب سے اونچی سطح جس تک پہنچنا رہتی دنیا کسی اور کے بس میں نہیں۔۔۔

ایسے لوگ تو دنیا میں بہت ہوں گے جو سائل کو خوش ہو کر دیتے ہوں۔۔۔ لیکن ایسا کوئی نہ ہوگا جس سے مانگتے ہوئے، سائل انتہائی بداخلاقی اور بدتمیزی سے پیش آئے۔۔۔ مگر وہ پھر بھی اپنے دامن عفو و کرم سے اس کی خطائیں ڈھانپ لے۔۔۔ اور اپنی بے بہا نوازشوں سے اس کو نہال کر دے۔۔۔

یہ شان تو بس محبوب خدا ﷺ کی ہے۔۔۔ وہ رحمۃ للعلمین بن کر آئے ہیں۔۔۔ پس جو کوئی عالمین میں شامل ہے۔۔۔ وہ ان کی رحمت سے ہر حال میں فیضیاب ہے۔۔۔ کوئی مومن ہو یا کافر۔۔۔ برا ہو یا اچھا۔۔۔ امیر ہو یا غریب۔۔۔ حقدار ہو یا سائل۔۔۔ خوش اخلاق ہو یا بدتمیز۔۔۔ میرے آقا ﷺ نے تو ہر ایک کو رحمت ہی سے ڈھانپا۔۔۔ اور محبت ہی سے نوازا ہے۔۔۔ ہمارے سامنے کوئی سائل آئے اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرے۔۔۔ تو ہمیں اس پر غصہ آئے گا۔۔۔ پھر ہم اسے نوازنے کی بجائے ڈانٹنے لگیں گے۔۔۔ یہ ہمارے احساس کا رخ اور برتاؤ کا معیار ہے۔۔۔ عالم بشریت کا طرز احساس یہی ہے۔۔۔ اور یہی ہوسکتا ہے۔۔۔ مگر وہ کہ رحمت للعلمین ہیں۔۔۔ احساس کی سب سے اونچی سطح اور سب سے اعلیٰ منزل انہی کے شایان ہے۔۔۔ اکیلے اس جہاں میں وہی تو ہیں جو ندرت احساس کا یکتا پیکر ہیں۔۔۔ لو دیکھو ایک سائل ان کی بارگاہ میں آیا ہے۔۔۔ وہ بدو ہے۔۔۔ نرا گنوار۔۔۔ اس کے مانگنے کا انداز دیکھو۔۔۔ اور میرے آقا ﷺ کی شان عطا پہ ناز کرو۔۔۔ صحیح بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

میں ہمیشہ ان لوگوں کے درمیان اسی طرح رہوں گا کہ یہ مجھے گھیرے رہیں، میری چادر کھینچتے رہیں اور ان کا غبار مجھے تکلیف پہنچاتا رہے تاآنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی آغوش رحمت میں ڈھانپ لے (حدیث مبارکہ)

عن انسؓ قال: کنت امشی مع رسول اللہ ﷺ وعلیہ برد نجرانی غلیظ الحاشیۃ فادرکہ اعرابی فجذہ بردائہ جبذۃ شدیدۃ قال انسؓ حتی نظرت الی صفحۃ عنق رسول اللہ ﷺ اثرات بھا حاشیۃ الثوب من شدۃ جبذتہ فقال یا محمد ﷺ مرلی من مال اللہ الذی عندک فالتفت الیہ رسول اللہ ﷺ وضحک وأمر لہ یعطا.

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جارہا تھا اور آپ ﷺ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس کے کنارے بہت زیادہ کھردرے تھے۔ ایک بدو آیا اس نے وہ چادر زور سے کھینچی حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کھینچنے کی وجہ سے پڑنے والے نشانات دیکھے۔ پھر اس بدو نے کہا: اے محمد (ﷺ) اللہ کے مال میں سے مجھے بھی دے جو آپ کے پاس ہے نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے مسکرائے اور اسے مال دینے کا حکم فرمایا“۔

اس طرح کے بہت سے واقعات احادیث طیبہ میں موجود ہیں۔۔۔ عرب کے وہ بدو جن کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: **الاعراب اشد کفرا ونفاقا واجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی**

رسولہ۔۔۔ یعنی یہ بدو کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو تعلیمات اتاری ہیں ان کی حدود سے جاہل رہیں۔۔۔ یہ بدو حضور ﷺ کی بارگاہ میں آتے اور انتہائی ناپسندیدہ رویہ اپناتے۔۔۔ مگر حضور ﷺ کی شان رحمت ہمیشہ انہیں اپنی عطا و بخشش سے ڈھانپ لیتی۔۔۔ بدوؤں کا آنا جانا لگا رہتا۔۔۔ اور حضور ﷺ کبھی کسی سے گریز نہ فرماتے۔۔۔ آپ ﷺ کی بارگاہ کرم تک رسائی ہر آن سب کو میسر تھی۔۔۔ راہ چلتے کوئی بڑھیا اپنے کسی کام کے لئے روک لیتی۔۔۔ اور آپ ﷺ کمال توجہ سے اس کی بات سنتے اور انتہائی مہربانی سے اس کے کام کے لئے اس کے ساتھ چل پڑتے۔۔۔ مدینہ کی کنیزیں بھی آپ ﷺ کو اپنے معاملات حل کرنے کے لئے عرض کرتیں۔۔۔ اور آپ ﷺ ان کے ہمراہ چل پڑتے اور جب تک ان کا کام ہو نہ جاتا آپ ﷺ واپس نہ لوٹتے۔۔۔ چنانچہ مسند امام احمد، صحیح بخاری اور ابن ماجہ کی روایت ہے:۔۔۔ ان کانت الامۃ من المدینۃ لتاخذ بید رسول اللہ ﷺ فتنطلق بہ فی حاجتھا فلم ینزع یدہ من یدھا حتی تذھب بہ حیث شاءت۔۔۔ مجلس رسول ﷺ میں جہاں کبار صحابہ موجود ہوتے۔۔۔ وہیں عام بے سلیقہ لوگ، دیہاتی اور بچے بھی اسی طرح گھل مل کر بیٹھے ہوتے۔۔۔ اور اپنی اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لئے سید المرسلین ﷺ کی رحمتوں اور عنایتوں سے فیضیاب ہوتے۔۔۔

کوئی راہ گیر جہاں چاہتا راستے میں اپنے کسی کام کے لئے آپ ﷺ کو روک لیتا، لوگ اپنے ناپسندیدہ طرز عمل سے آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے مگر حضور ﷺ کبھی کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے

امام بخاری نے الادب المفرد، میں عدی بن حاتم کی روایت بیان کی ہے کہ۔۔۔ میں بارگاہ رسول ﷺ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بچے، خواتین اور دیہاتی لوگ جمع ہیں اور سب آپ ﷺ کے کمال قرب اور عنایت توجہ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔۔۔ تو مجھے یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ قیصر و کسریٰ کی طرح بادشاہ نہیں ہیں بلکہ خدا کے سچے رسول ہیں۔۔۔

حضور ﷺ کی محفل میں کسی آنے والے کے لئے رکاوٹ نہ تھی۔۔۔ کوئی بات کرنے والا جو کچھ چاہتا بے تکلف کہہ دیتا۔۔۔ کوئی راہ گیر جہاں چاہتا راستے میں اپنے کسی کام کے لئے آپ ﷺ کو روک لیتا۔۔۔ لوگ اپنے ناپسندیدہ طرز عمل سے آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے۔۔۔ مگر حضور ﷺ کبھی کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے۔۔۔ بلکہ آپ ﷺ کی رحمت و عنایت کا دریا مسلسل بہتا۔۔۔ اور ہر اچھے، برے، ہر اپنے، پرائے کو یکساں سیراب کرتا رہا۔۔۔

ابن ابی شیبہ، دارمی اور دیگر محدثین نے ایک روایت بیان کی ہے کہ:

قال العباسؓ یارسول اللہ ﷺ انی أراھم قد آذوک وآذاک غبارھم، فلو اتخذت عریشا تکلمھم فیہ فقال رسول اللہ ﷺ لا ازال بین اظھرھم یطئون عقبی وینازعون ثوبی ویؤذینی غبارھم حتی یکون اللہ ھو الذی یرحمنی منھم۔ (ابن ابی شیبہ، ۱۳/۲۵۷، دارمی ۱/۳۶)

’’ حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک بار (سفر کے دوران) عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے طرز عمل سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان کا غبار آپ ﷺ کے

لئے اذیت کا باعث ہے۔ پس اگر آپ ﷺ ایک خیمہ میں تشریف رکھیں جہاں یہ لوگ حاضر ہوں اور آپ ﷺ ان کی بات سنیں اس پر حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں ہمیشہ ان لوگوں کے درمیان اسی طرح رہوں گا کہ یہ مجھے گھیرے رہیں، میری چادر کھینچتے رہیں اور ان کا غبار مجھے تکلیف پہنچاتا رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی آغوش رحمت میں ڈھانپ لے''۔

سبحان اللہ! کتنی عظیم ہے ذات مدینے والے کی۔۔۔ دیکھئے دریائے رحمت میں کتنا عظیم بہاؤ ہے۔۔۔ کیسے کیسے موتی امنڈ رہے ہیں اس کی موجوں سے۔۔۔ ندرت احساس کے موتی۔۔۔ مروت و مدارات کے موتی۔۔۔حلم و بردباری کے موتی۔۔۔عفو وکرم کے موتی۔۔۔ عجز و تواضع کے موتی۔۔۔ اور جودوسخا کے موتی۔۔۔ موج موج اس دریا کی۔۔۔ البیلے موتیوں کا ہار۔۔۔ اور ایک ایک موتی اس کا دوجہان سے بڑھ کر۔۔۔ اے خدا کچھ تو ہی بتا۔۔۔ میرے محبوب ﷺ کی رحمت کا دریا کتنا گہرا، کتنا بھرا اور کتنا پھیلا ہے۔۔۔ اپنی مخلوق میں تو ایسا کوئی تو نے بنایا ہی نہیں جو تیرے محبوب ﷺ کے دریائے کرم کو ناپ سکے۔۔۔ تیرے محبوب ﷺ کی شان کرم کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو خود ان سے بڑھ کر ہو۔۔۔ اور ان سے بڑھ کر کوئی تو نے بنایا ہی نہیں۔۔۔ پھر اے میرے خدا بس تو ہی تو ہے۔۔۔ اکیلا تو۔۔۔ جو اپنے محبوب ﷺ کی رحمت کا گھیرا (گہرائی و گیرائی) جانتا ہے۔۔۔ تو ہی اس دریائے کرم کا منبع ہے۔۔۔ اور تو ہی اس کا انت۔۔۔ ساری موجیں اس کی تو نے ہی بنائی ہیں۔۔۔ اور تو ہی ان کا شمار جانے۔۔۔ اس کے موتی، مونگے سب تیرے کرم کی پرچھائیاں۔۔۔ تو ہی جانے کیا کیا تو نے اس دریا میں سمویا ہے۔۔۔ ندرتیں اس کی تیرے جلوے۔۔۔ تو ہی اس کے رنگ پہچانے۔۔۔ سب وسعتیں اس کو تو نے بخشیں۔۔۔ اور تو ہی اسے کونین کی ہر سرحد سے پرے چھلکائے۔۔۔ کائنات کی حد بندی تو نے ہی تو کی ہے۔۔۔ اور اپنے محبوب کی رحمت کو بے حدو بے کنار بھی تو نے ہی اٹھایا ہے۔۔۔ پھر میں تو بس اتنا ہی سمجھ پایا ہوں میرے خدا۔۔۔ کہ تو نے اپنی کائنات کو محدود اس لئے بنایا ہے۔۔۔ صرف اس لئے۔۔۔ تا کہ تیرے محبوب ﷺ کی بیکرانی چھلک سکے۔۔۔ تری قدرت کے جلوے دو ہیں۔۔۔ اک ترا محبوب ﷺ جو بیکراں ہے۔۔۔ بے حد و بے کنار۔۔۔ اور دوسرے۔۔۔ پوری کائنات جو محدود ہے۔۔۔ زمان معین، مکان مقید۔۔۔ آغاز معلوم۔۔۔ انجام معلوم۔۔۔ ہر شے حدود و قیود میں بند۔۔۔ ایسا کیوں ہے۔۔۔ یہ کائنات میں تو نے حدیں کیوں رکھی ہیں۔۔۔ اس لئے میرے مولا تا کہ۔۔۔ ہر کوئی جان لے۔۔۔ تیرا محبوب ﷺ ساری کائنات سے بڑھ کر ہے۔۔۔ وجود میں بھی۔۔۔ اخلاق میں بھی۔۔۔ شعور میں بھی۔۔۔ احساس میں بھی۔۔۔ کرم میں بھی۔۔۔ عطا میں بھی۔۔۔ یہ کائنات اگر محدود نہ ہوتی۔۔۔ تو کیسے کھلتا کہ۔۔۔ محبوب خدا ﷺ کی ذات لامحدود ہے۔۔۔ یہ سمٹی ہوئی کائنات بتاتی ہے کہ۔۔۔ رحمت مصطفیٰ ﷺ کا دریا بیکراں ہے۔۔۔ آپ ﷺ رحمت للعلمین ہیں۔۔۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت۔۔۔ تو بالیقین آپ ﷺ کی رحمت تمام جہانوں سے بڑھ کر ہے۔۔۔ ہر شے اس رحمت کی آغوش میں سمٹی ہوئی ہے۔۔۔ کائنات کے سب کنارے، آپ ﷺ کی رحمت سے فیضیاب ہیں اور یہ تبھی ہوسکتا ہے۔۔۔ جب آپ ﷺ کی رحمت کا دریا ان کناروں سے باہر امنڈ رہا ہو۔۔۔ اور یقیناً ایسا ہی ہے۔۔۔ رحمت مصطفیٰ ﷺ کا دریا کونین کے سب کناروں سے پرے بہہ رہا ہے۔۔۔

صحیح البخاری کی روشنی میں

حصہ چہارم (۱)

- معجزہ۔۔۔تصرفاتِ مصطفیٰ ﷺ کی تفہیم کی اصطلاح
- بشریتِ مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت
- تبرک باماکن الانبیاء والصالحین
- مقام ابراہیم علیہ السلام اور میلاد مصطفیٰ ﷺ
- صوفیاء کے وجد و رقص کی حقیقت

کے موضوعات پر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا برمنگھم UK میں دورہ صحیح البخاری

کی تیسری نشست میں علمی و تحقیقی درسِ حدیث

ترتیب و تدوین: محمد یوسف (منہاجین)

گذشتہ اقساط کا خلاصہ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دورہ صحیح البخاری کی پہلی نشست (اشاعت: ماہ نومبر 06، ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین) میں عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی سے متعلق متعدد اشکالات کا ازالہ فرمایا۔ آپ نے اپنی ابتدائی گفتگو میں سند/ اسناد کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اہل سنت پر شخصیت پرستی کا لیبل لگانے والوں کا علمی محاکمہ کیا۔ شیخ الاسلام نے صحیح البخاری کے ترجمۃ الباب اور حدیث الباب کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ صحیح البخاری کے ترجمۃ الباب، امام بخاری کا اجتہاد اور ان کی فقہ ہے نہ کہ حدیث مصطفیٰ ﷺ۔ لہذا امام بخاری کے قائم کردہ تراجم الابواب کی شکل میں ان کی فقہ/ اجتہاد سے اختلاف کرنا امرِ مانع نہیں۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے صحیح البخاری کے تراجم الابواب پر بحث کرتے ہوئے رفع یدین، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور امام اعظم پر ہونے والے دیگر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ امام اعظم کی فقہ حنفی، احادیثِ صحیحہ پر قائم ہے۔

شیخ الاسلام نے دورہ صحیح البخاری کی دوسری نشست (اشاعت ماہ دسمبر 06) میں بخاری شریف کی احادیث کی روشنی میں مقام و محبتِ مصطفیٰ ﷺ، تمثلِ ارواح، علم الغیب، حقیقتِ بدعت، شخصیت پرستی، محبتِ اولیاء، رویائے صالحہ، اصلاحِ قلب اور تصوف جیسے موضوعات پر عقلی و نقلی دلائل بیان فرمائے۔

دورہ صحیح البخاری کی تیسری نشست (اشاعت: ماہ جنوری و فروری 07ء) میں شیخ الاسلام نے ''کتاب العلم'' اور ''کتاب الوضوء'' کی متعدد احادیث کو موضوعِ بحث بناتے نبی کریم ﷺ کے اختیار تشریعی اور اس حوالے سے عقیدۂ صحابہ کرام، حضور ﷺ کی شان قاسمیت، معرفتِ مقام مصطفیٰ ﷺ اور سوالات قبر، زیارت روضہ رسول ﷺ و اولیائے کرام، عقیدہ توسل، منہاج السوی کی ضرورت و اہمیت، وسعتِ علم مصطفیٰ، خواب و بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت، خدمت مصطفیٰ ﷺ پر علم و معرفت کا فیض اور آثار مصطفیٰ ﷺ و فضلات مبارکہ سے حصول برکت پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

کتاب الوضوء: بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوءِ النَّاسِ

''لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا''

☆ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ فَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ

''ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس دوپہر میں تشریف لائے تو آپ کے لئے وضو کا پانی لایا گیا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ ﷺ کے وضو کا بقیہ پانی پینے لگے اور اسے (اپنے بدن پر) پھیرنے لگے۔ پھر آپ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے سامنے (آڑ کے لئے) ایک نیزہ (گڑا ہوا) تھا۔

☆ وَقَالَ أَبُو مُوسَى دَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا.

(اور ایک دوسری حدیث میں) ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ آپ نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا اس سے آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس پیالہ میں منہ دھویا اور اس میں کلی فرمائی پھر فرمایا تم لوگ اس کو پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو''۔

وُضُوء (واؤ پر پیش کے ساتھ) سے مراد عمل وضو ہے اور وَضُوء (واؤ پر زبر کے ساتھ) سے مراد وضو کا پانی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرنے کا اثبات ہوتا ہے۔
صورت حال یہ نہ تھی کہ کوئی برتن کے ذریعے پانی انڈیل رہا ہو اور آپ ﷺ وضو فرما رہے ہوں بلکہ آپ ﷺ نے اسی برتن کے اندر ہی ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور وہ پانی جسے ہم ماء مستعمل کہتے ہیں وہ بھی اسی برتن میں گرا اور جب وضو فرما چکے تو فرمایا: اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا

''اس پانی کو پی لو اور اسے اپنے چہروں اور بدن پر مل لو''

ہم اگر اس طرح برتن میں گرا ہوا پانی استعمال کریں تو یہ ماء مستعمل ہے اور اس سے وضو کرنا مکروہ ہے، جائز نہیں ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے خود اسے ماء مستعمل کیا، اس کے اندر ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اسی کے اندر کلی مبارک فرمائی۔

یہ حدیث مبارکہ جہاں حضور ﷺ کے ماء مستعمل سے حصول برکت پر دلالت کر رہی ہے وہاں عدم مثلیت پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کائنات میں کوئی شخص حضور ﷺ کی مثال نہیں ہے، ہمارا پانی استعمال ہو جائے تو مکروہ ہے اور وہی پانی اگر حضور ﷺ کے اعضائے مبارکہ سے مَس ہو جائے تو وہ مبارک ہو جاتا ہے۔

بَاب الْوُضُوءِ مِنَ التَّوْرِ ''طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنا''

☆ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا تو آپ ﷺ کے لئے ایک چوڑے منہ کا پیالہ لایا گیا جس میں کچھ پانی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں اس پیالے میں

ڈال دیں، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پانی کی طرف دیکھنے لگا تو (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس (ایک پیالہ) پانی سے جن لوگوں نے وضو کیا، ان کی تعداد ستر سے اسی تک تھی''۔

گویا70 سے 80 تک افراد نے اس تھوڑے سے پانی سے حضور ﷺ کے فیض اور معجزہ کے ذریعے وضو کیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضور ﷺ نے انگلیوں سے ہی پانی کے چشمے رواں فرمانے تھے تو تھوڑا سا پانی کیوں منگوایا؟ اس تھوڑے سے پانی کے بغیر بھی تو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرسکتے تھے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اگر انگلیاں اس تھوڑے سے پانی میں نہ بھی رکھتے تب بھی پانی کے چشمے جاری ہوسکتے تھے کیونکہ چشمے تو پانی میں انگلیاں رکھنے کے باوجود انگلیوں ہی سے جاری ہوئے ہیں مگر پانی میں ہاتھ رکھنے کی حکمت عالم اسباب کی تدابیر اور ذرائع کو اختیار کرنے اور انھیں کبھی ترک نہ کرنے کا درس دینا تھا۔

معجزہ۔۔۔تصرفاتِ مصطفیٰ ﷺ کو سمجھانے کے لئے ایک اصطلاح

جب کبھی درج بالا موضوعات سے متعلقہ احادیث بیان کی جائیں تو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ''یہ تو معجزہ ہے'' اور وہ اس ایک ہی جملہ سے اس طرح کی سینکڑوں احادیث کا جواب دے دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''امر کن'' کے ساتھ زمین وآسمان اور ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے تو کیا یہ جملہ بول کر اللہ کی طاقت وقدرت کا انکار کرسکتے ہیں کہ ''یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے''۔۔۔ بغیر ماں باپ کے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کردیا، منکر نے اس پر کہا یہ تو قدرت ہے۔۔۔ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل امین کے دم کے ذریعے تخلیق فرمادیا، تو جواب دینے والے نے جواب دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔۔۔ پس جس طرح قدرت کا لفظ بول کر آپ، اللہ تعالیٰ کے اس کام کی حقیقت ومعنویت کا انکار نہیں کرسکتے اسی طرح حضور ﷺ کے ان تصرفات پر معجزہ کا لفظ بول کر ان تصرفات کا انکار نہیں کرسکتے۔۔۔ معجزہ صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خرق عادت کے طور پر رونما ہوا ہے کہ انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا عادت نہیں ہے یعنی عقل، اسباب مادی اور اسباب عدل کے ذریعے سے اس واقعہ کو سمجھنے، اس کو enterpret کرنے، اس کی تعبیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ کیونکہ اس عمل نے عقل کو عاجز کردیا اس لئے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

معجزہ فقط ایک اصطلاح ہے جو عادت اور خرق عادت کے درمیان فرق پیدا کرتی ہے کہ اگر خلاف عادت واقعہ ولی کے ہاتھ سے صادر ہو تو شریعت نے اس کے لئے ایک اصطلاح ''کرامت'' کے عنوان سے متعارف کروائی اور یہ اصطلاح اس ولی کے تصرف کو سمجھانے کے لئے ہے۔ لہذا کرامت کا لفظ بول کر ولی کے تصرف کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اگر خلاف عادت کوئی واقعہ پیغمبر کے ہاتھ سے رونما ہو تو اس کے لئے ''معجزہ'' کی اصطلاح اس نبی یا پیغمبر کے تصرفات کو سمجھانے کے لئے استعمال کی۔ معجزہ کا معنی یہ ہے کہ تمہاری عقلیں تصرف محمدی ﷺ / تصرف نبوت کو سمجھنے سے عاجز ہوگئیں۔

لہذا جب کوئی شخص ایسی احادیث جو کہ تصرفات محمدی ﷺ کو بیان کرتی ہیں کو سن کر معجزہ کا لفظ استعمال کرکے اس کو سنجیدہ نہ لے تو فوراً اس کی گرفت کریں کہ کیا معجزہ کا مطلب نفی تصرف ہے؟۔۔۔ معجزہ تو اعجاز سے ہے کہ تمہاری اور ہماری عقل اس کے سمجھنے سے عاجز ہوگئی اور خلاف عادت واقعہ رونما ہوگیا۔ پس معجزہ تو وضاحت کے لئے فقط ایک تکنیکی اصطلاح ہے اور نفس الامر وحقیقت، اصل میں تصرف مصطفیٰ ﷺ ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کو یہ تصرف بھی عطا کیا کہ تھوڑے سے پانی میں جب انگلیاں رکھیں تو اس سے اصل میں ''کُنْ فَیَکُوْن'' کا اجراء ہوا اور چشمے جاری ہوگئے، یہ معجزہ at the same time تصرف نبوت بھی ہے اور نبی کریم ﷺ کے اختیار تکوینی پر دلالت کرتا

ہے۔ پس معجزہ، پیغمبر کی اس عظمت کو سمجھنے کے لئے فقط ایک تکنیکی اصطلاح ہے۔

معترضین ومنکرین، تصرفات مصطفیٰ ﷺ کی احادیث کے جواب میں معجزہ کا لفظ بول کر ایک بہت بڑا اشکال پیدا کردیتے ہیں اور ہماری طرف سے ان کی بات کے جواب میں خاموشی چھا جاتی ہے۔۔۔ پس سن لو! ایسے واقعات معجزہ ہیں تو پھر کیا ہوا۔۔۔ معجزہ تو اس خلاف عادت واقعہ کو سمجھانے کے لئے ایک اصطلاح ہے کہ عقلیں اس واقعہ کو سمجھنے سے عاجز آ گئیں اور حقیقتِ نفس الامر، اصل میں کچھ اور ہے اور وہ ''تصرفات مصطفیٰ ﷺ'' ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں کنکریوں کے بول اٹھنے کو سامع نے معجزہ کہا۔۔۔ یہ معجزہ صرف اس لئے ہے کہ اس سے نبوت کی صداقت ثابت ہوئی، عقلیں سمجھنے سے عاجز ہوگئیں اور نظام عادت کے خلاف واقعہ رونما ہوا۔۔۔ معجزہ کا تعلق صرف اسی حد تک اس واقعہ سے ہے اور اس واقعہ کے رونما ہونے کی حقیقت حضور ﷺ کا تشریعی اختیار، تکوینی اختیار و نظام قدرت پر حضور ﷺ کا تصرف ہے اور اس تصرف کو شرعاً معجزہ کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا۔

صحیح بخاری کے تراجم الابواب کی حقیقت

اگلی حدیث پر گفتگو کرنے سے قبل امام بخاری اور صحیح البخاری کے حوالے سے چند اہم باتیں ذہن نشین کرلیں کہ صحیح البخاری کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہن میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح البخاری کی اکثر احادیث میں ترجمۃ الباب اور حدیث الباب میں کئی جہتوں سے مناسبت موجود نہیں ہے۔۔۔ اس مناسبت کے نہ ہونے سے کبھی بھی امام بخاری کے قائم کردہ تراجم الابواب پر اعتراض وارد نہیں ہوتا اور نہ ہونا چاہئے اور نہ ذہنوں میں آنا چاہئے۔ کئی جہات سے ترجمۃ الباب اور حدیث الباب میں مناسبت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری تراجم الابواب میں دراصل احکام الفقہ اور احکام شریعت کو واضح کرنا چاہ رہے ہیں۔ صحیح البخاری کا نام ''الجامع الصحیح'' ہے چونکہ جامع ہے اس لئے اس میں تفسیر، مناقب، فضائل، احکام فقہ، احکام شریعت، تاریخ، رؤیا، منام وتعبیرات، جمیع فرائض، معجزات، اماکن وکرامات سمیت ہر موضوع جمع ہے۔ پس جہاں کسی حدیث سے کوئی مسئلہ فقہ یا احکام شریعت کا ثابت ہورہا ہے وہاں امام بخاری اس حکم شریعت اور مسئلہ فقہ کی مناسبت سے ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں پس صحیح البخاری کے تراجم الابواب اور احادیث الابواب میں یہی مناسبت ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ احادیث نبویہ میں معجزات، کرامات، تصرفات، کمالات، وسعت علم اور عقائد کے گوشے بھی بیان ہوئے ہیں، ان پر امام بخاری نے تراجم الابواب کیوں قائم نہ فرمائے؟۔۔۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان تمام چیزوں پر اس زمانے میں کوئی اختلاف ہی نہ تھا۔۔۔ یہ تمام چیزیں ہر ایک کے عقائد میں داخل تھیں۔۔۔ کوئی فتنہ عقائد کے باب میں پیدا نہ ہوا تھا کہ جس کے لئے خصوصی ابواب ان عنوانات سے قائم کرنے پڑتے۔ اس وقت شریعت واحکام کو مرتب کرنے اور فقہی احکام سے لوگوں کو مسائل سمجھانے کی ضرورت تھی۔ پس اس ضرورت کے پیش نظر ابواب کے عنوانات قائم فرمائے۔ نیز اس زمانے میں ہر کوئی علم رکھتا تھا، احادیث کو پڑھنے کے بعد ان میں بیان کردہ عقائد کے موضوعات کو خود ہی سمجھ لیتے تھے۔ اس وقت اہل علم کا انحصار تراجم الابواب پر نہ تھا بلکہ احادیث کو پڑھنے سے اس کے تمام معانی ان پر ظاہر ہوجاتے تھے۔ گویا امام بخاری نے اکثر تراجم الابواب احکام شریعت واحکام فقہ کو سمجھانے کی ضرورت کے پیش نظر قائم کئے۔ اب حدیث کی طرف آیئے!

باب: مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهٖ

(پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو نہ بچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے)

☆ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ تَيْبَسَا.

’’ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ مدینہ یا مکے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے (وہاں) آپ ﷺ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہورہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ایک شخص ان میں سے پیشاب سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرے شخص میں چغل خوری کی عادت تھی۔ پھر آپ ﷺ نے (کھجور کی) ایک ڈالی منگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے ایک ایک ٹکڑا ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ نے کیوں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا، اس لئے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک نہ ہوں اس وقت تک ان پر عذاب کم ہوگا‘‘۔

پہلا مسئلہ عقیدہ کے حوالے سے اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ انسانوں کو قبر کے عذاب کی آواز نہیں آتی اور یہ بات مسلمات میں سے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس عذاب کے دیکھنے یا سننے سے محروم کردیا ہے اور جانوروں کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ اس کو سن سکتے ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان اس آواز کو نہیں سن سکتے تو درج بالا حدیث میں ہے کہ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا ’’حضور ﷺ نے قبروں میں سے ان کے عذاب و چیخ و پکار کی آواز سنی‘‘ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انسان ہیں مگر سب انسانوں جیسے نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ. (الرحمن: ۱ تا ۴)

’’(وہ) رحمٰن ہی ہے جس نے (خود رسول عربی ﷺ کو) قرآن سکھایا اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا اسی نے اسے (یعنی نبی برحق ﷺ کو وَمَا كَانَ وَمَايَكُوْنُ کا) بیان سکھایا‘‘۔

’’قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ‘‘۔۔۔ آیتِ نفیِ مثلیت

’’حضور ﷺ انسان ہیں مگر سب انسانوں جیسے نہیں ہیں‘‘۔۔۔ اگر اس جملہ کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو قرآن پاک کی درج ذیل آیت کا صحیح مفہوم آسانی سے سمجھ آسکتا ہے:

’’قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ‘‘ ’’فرما دیجئے میں تو صرف (بخلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے ذرا غور کرو)‘‘۔ (الکہف: ۱۱۰)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر جو میں اب آپ کے سامنے بیان کرنے لگا ہوں یہ میں نے دورانِ درس 1965ء میں 14 سال کی عمر میں اپنے اساتذہ کرام سے پڑھی تھی۔۔۔ آیت مبارکہ میں بیان کردہ پہلا کلمہ ’’اِنَّمَا‘‘ کلمہ حصر ہے۔

اور حصر کا قاعدہ یہ ہے کہ صفت کا حصر موصوف پر ہوگا یا موصوف کا حصر صفت پر ہوگا۔۔۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ''کلمہ حصر'' تو موجود ہو مگر ''وقوع حصر'' نہ ہو۔۔۔ حصر کا معنی Confine کر دینا، Exclusive کر دینا ہے، To Exclude یعنی کئی چیزوں میں سے کسی ایک کو خارج کر دینا۔

مثلاً کہا جائے اِنَّمَا هُوَ جَمِيلٌ ''صرف یہ ہی خوبصورت ہے''۔۔۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ''صرف میں ہی بشر ہوں''۔۔۔ اِنَّمَا اَنَا عَالِمٌ ''صرف میں ہی عالم ہوں''۔۔۔ اِنَّمَا اَنَا مُتَكَلِّمٌ صرف میں ہی متکلم ہوں''۔۔۔ان جملوں میں حصر پایا جارہا ہے۔ زید کے بارے میں کہا کہ اِنَّمَا هُوَ عَالِمٌ ''صرف زید ہی عالم ہے''۔۔۔ اس جملے میں اگر موصوف کا حصر صفت پر ہو تو معنی یہ ہوگا کہ صرف زید ہی عالم ہے باقی سارے جاہل ہیں۔۔۔ پس یہ حصر قبول نہیں، مردود ہے کیونکہ اس طرح ممکن نہیں کہ ایک ہی شخص عالم ہو اور باقی سب جاہل ہوں۔۔۔ اب اگر صفت کا حصر موصوف پر ہو تو معنی ہوگا کہ۔۔۔'' زید صرف عالم ہی ہے اور کچھ نہیں''، علم ہی علم ہے بقایا ہر خوبی سے خالی ہے۔۔۔ یہ چیز بھی قبول نہیں کی جاسکتی لہذا یہ حصر بھی مردود ہوگیا۔ اب آیت مبارکہ کی طرف واپس آئیے اور غور کریں کہ اب اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کا حصر کس پر قائم کریں گے؟

موصوف کا حصر، صفت پر ہو تو آیت مبارکہ کا معنی ہوگا ''صرف میں ہی بشر ہوں اور کوئی کائنات میں بشر ہے ہی نہیں۔۔۔ کیا یہ معنی درست ہوگا؟۔۔۔ نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا پس یہ امکان غلط ہوگا۔۔۔ اور اگر صفت کا حصر موصوف پر قائم کریں تو معنی ہوگا ''میں صرف بشر ہی ہوں، اس کی سوا کچھ نہیں، نہ (معاذ اللہ) نبی ہوں اور نہ رسول اور نہ ہی اور کوئی خوبی (معاذ اللہ) میرے اندر موجود ہے۔۔۔ کیا یہ حصر قائم کرنا جائز ہوگا؟۔۔۔ نہیں، بالکل نہیں۔۔۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت مبارکہ میں حصر کس کا ہے اور کس پر ہے؟

یاد رکھ لیں کہ اس آیت مبارکہ میں مثلیت کا حصر نفسِ بشر پر ہے۔۔ پس قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کا مطلب ہے۔۔۔ ''فرمادیں میرے حبیب ﷺ کہ اے لوگو! مجھے اپنے جیسا نہ سمجھنا، اپنی مثل نہ سمجھنا، میرے کھانے، پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، شادی بیاہ اور دیگر معاملات کو دیکھ کر تم مجھے اپنے جیسا سمجھنے لگ گئے ہو، یہ سوچ غلط ہے۔۔۔ اس لئے کہ تمہیں خبر ہی نہیں کہ میں تم جیسا نہیں، میری مثلیت تمہارے ساتھ فقط بشر ہونے میں ہے۔۔۔ فقط انسان ہونے میں، میں تم جیسا ہوں'' اس لئے کہ ''بشر'' کا معنی ہے ''ظَاهِرُ جِلْدِ الْاِنْسَان '' لغت کی تمام کتب المنجد، القاموس، الصحاح، تہذیب اللغہ، لسان العرب میں ''بشر'' کا معنی یہی درج ہے کہ'' انسان کی جلد کو بشر کہتے ہیں'' اور اس معنی پر قرآن کی آیت بطور سند پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ. (المدثر: ۲۹) ''(وہ) جسمانی کھال کو جھلسا کر سیاہ کر دینے والی ہے''۔

اس سے ''بُشرٰی'' ہے جس کا معنی چہرہ ہے یعنی جو ظاہر دکھائی دے پس بشر، ظاہر جلد، لباس کو کہتے ہیں۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ میری مثلیت فقط میرے ظاہر لباس میں ہے، اس لئے مجھے اپنے جیسا نہ سمجھنا۔۔۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔۔۔ یہ میرا چہرہ، ظاہری لباس تمہاری مثل ہے، صرف اس ایک ظاہر دکھائی دینے پر مغالطے میں نہ پڑ جانا۔۔۔ ورنہ میری ساری حقیقت کلیتاً و ہمہ جہت تم سے مختلف ہے۔ اب ''تفسیر القرآن بالحدیث'' کے حوالے سے اس آیت کے مفہوم کو جانتے ہیں:

صحیح بخاری میں امام بخاری کثرت کے ساتھ ''قیام وصال'' ''متصل روزے رکھنے'' کے باب میں احادیث لائے ہیں کہ جب صحابہ کرام بغیر افطار کے مسلسل روزے رکھنے سے کمزور ہوگئے تو حضور ﷺ نے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَسْتُ مِثْلُكُمْ. (صحیح البخاری، جلد۲، حدیث۱۱۰۲) ''میں تمہاری مثل نہیں ہوں''۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور تواتر و کثرت طرق و کثرت رواۃ کے ساتھ کتب حدیث میں آئی ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حدیث متواتر سے علم قطعی ثابت ہوتا ہے۔

اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ اور لَسْتُ مِثْلُکُمْ دونوں میں فرق ہے۔ حدیث مبارکہ میں فرمایا لَسْتُ اَیْ اَنَا مِثْلُکُمْ ''کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں'' بلکہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یعنی بشر تمہاری مثل ہے۔

گویا اپنی مثل ہونے کی نفی کرنے دی لَسْتُ مِثْلُکُمْ ''میں تمہاری مثل نہیں ہوں''۔۔۔ لَسْتُ کَهَیْئَتِکُمْ ''میں تمہا جیسا نہیں ہوں''۔۔۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ ''تم میں سے کون میری مثل ہے''، یہاں یائے متکلم راجع الی الذات ہے یعنی میری مثل کوئی نہیں ہے۔۔۔ لَسْتُکُمْ مِثْلِیْ ''تم میں سے کوئی میری مثل نہیں ہے''۔

گویا حضور ﷺ نے اپنی ذات، اپنے نفس، اپنی شخصیت کی مثلیت کی نفی کردی اور بشریت کے ساتھ مثلیت کا حصر کیا کہ میں صرف ظاہری لباس میں تم جیسا ہوں یعنی ظاہر کا ایک گوشہ ہے جو تمہارے اور میرے درمیان وجہِ اشتراک ہے اس کے علاوہ کسی اور گوشہ یا جہت سے میں تم جیسا نہیں۔ اس بات کو درج ذیل مثالوں سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

ا۔ ایک پتھر وہ ہے جسے ہم اپنے گھروں کی تعمیر میں استعمال کرتے ہیں اور ایک پتھر وہ ہے جو کعبہ کی دیواروں میں چن دیا گیا ہے۔ ان دونوں میں پتھر ہونے کے اعتبار سے یعنی ظاہری طور پر مماثلت تو موجود ہے مگر کوئی ان دونوں کو ایک ہی مقام و مرتبہ پر نہیں رکھ سکتا۔

۲۔ ہم اور آپ بھی کتابیں لکھتے ہیں اور اسے ''کتاب'' کہتے ہیں اور قرآن کو بھی ''ذلک الکتاب'' کتاب کہتے ہیں۔۔۔ گویا دونوں کتابیں ہیں۔۔۔ لیکن دونوں میں وجہِ اشتراک ''لفظ کتاب'' ہے باقی کوئی مثلیت نہیں ہے۔۔۔ صرف اتنی مثلیت ہے کہ دونوں کو کتاب کہتے ہیں۔

۳۔ شیشہ، مٹی سے بنا ہے اور مٹی سے برتن بھی بنتے ہیں۔ شیشہ اور برتن دونوں میں جوہر مٹی ہے۔ کوئی شخص ہاتھ میں مٹی اٹھالے اور دوسرے ہاتھ میں شیشہ پکڑے اور کہے کہ دونوں برابر ہیں۔۔۔ آپ کہیں گے کہ نادان! نہیں، مٹی آنکھوں کے سامنے آجائے تو دکھائی دینا بند ہوجائے۔۔۔ شیشہ آنکھوں کے سامنے آجائے تو جسے کم دکھتا ہے وہ بھی بڑھ جائے۔۔۔ پس یہ دونوں کیسے مثل ہوگئے؟۔۔۔ صرف نفس جوہر کے اعتبار سے دونوں میں مثلیت ہے کہ شیشہ بھی مٹی سے بنا ہے۔۔۔ اس نفس جوہر میں مثلیت ہے باقی کوئی مثلیت نہیں ہے۔

۴۔ مٹی سے لوہا نکلا، لوہے سے تلوار، بندوق اور دیگر آہنی چیزیں بن گئیں۔۔۔ اسی لوہے کو Refine کرتے کرتے اس سے کمپاس بھی بنا، مقناطیس بھی بنا اور اس لوہے سے Almanik بھی بنا جو قیمتی ترین دھات ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان دونوں میں نفس جوہر کی مثلیت کو دیکھتے ہوئے دونوں کو ایک ہی نظر سے دیکھے اور کہے کہ Almanik کی قیمت 10 ملین کیوں اور لوہے ہی سے بنے اس برتن کی قیمت ایک پاؤنڈ کیوں؟ حالانکہ دونوں لوہے ہی سے بنے ہیں۔۔۔ آپ اس شخص کو کہیں گے کہ ان دونوں میں مثلیت صرف ''لوہا'' ہی ہے وگرنہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

درج بالا مثالوں میں نفسِ جوہر کے ایک ہونے یعنی پتھر، مٹی اور لوہا ہونے میں مثلیت ہے ورنہ یہ کہاں اور وہ کہاں۔۔۔ بلاتشبیہ و بلامثال ان مثالوں سے آیت مبارکہ کا مفہوم مزید واضح ہوجاتا ہے۔

پس قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ میں مثلیت کا حصر نفسِ بشر پر ہے۔ اس آیت مبارکہ کو مثلیت کی دلیل بنانے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ آیت تو نفی مثلیت پر وارد ہوئی ہے اور نفی مثلیت پر قرآن کی دلیل ہی آیت ہے۔ ''انما'' نے اِنْتِفَاع عَنْ کُلِّ وُجُوْہِ الْمِثْلِیَه کا کردار ادا کیا کہ کسی شے میں، میں اور تم ایک جیسے نہیں ہیں فقط ایک شے

تمہارے اور میرے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے بھی انسان کہتے ہیں اور تمہیں بھی انسان کہتے ہیں۔۔۔ پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نفس بشریت و نفس انسانیت میں دیگر انسانوں کی مثل ہیں یعنی من وجہ مثلیت ہے بقیہ من کل وجوہ عدم مثلیت ہے۔

حدیث مبارکہ سے قبروں پر سبز ٹہنی اور پھول رکھنے کا ثبوت

زیر بحث حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے انسان ہونے کے باوجود قبر سے آنے والی آوازوں کو سنا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ان پر عذاب کیوں ہورہا ہے؟۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ان میں سے ایک چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پاکی اور ناپاکی کا خیال نہ کرتا تھا، پیشاب کرتا تو اس کی چھینٹیں اس پر پڑتیں، اس وجہ سے ان پر عذاب قبر ہورہا ہے۔۔۔ پھر حضور ﷺ نے کھجور کی ٹہنی منگوائی، ٹہنی لائی گئی، آپ ﷺ نے اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر ایک ایک حصہ رکھ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گی، ان کے عذاب میں تخفیف ہوجائے گی۔

اس حدیث مبارکہ سے بعض علماء و محدثین نے قبر پر تر ٹہنیاں اور پھول رکھنے کا جواز ثابت کیا ہے اور میں بھی اس کا قائل ہوں۔ تر ٹہنیاں اور پھول وغیرہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔۔۔ جب تک یہ خشک نہیں ہوتے تسبیح کی وجہ سے اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جب اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے تو اس کا فائدہ صاحب قبر کو پہنچتا ہے۔۔۔ اور اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔۔۔ لیکن بعض علماء و محدثین قبر پر پھول چڑھانے یا تر ٹہنیاں رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

فروعات میں باہمی اختلاف اسلام سے خروج کا باعث نہیں

یہاں ایک اور مسئلہ کی وضاحت بھی کرتا چلوں کہ دین کے اصول اور مسلمات پر کل آئمہ و محدثین متفق ہیں اور جب عقائد کے فروع کی بات آئے گی تو اس میں علماء و محدثین میں اختلاف ہوگا۔۔۔ قاعدہ کی بات یہ ہے کہ جب علماء، محدثین کے ہاں کسی مسئلہ پر دو یا تین رائے پائی جائیں اور کئی احباب کا قول جواز کا ہو اور کئی اس سے اختلاف رکھتے ہوں تو پھر جواز کے قول کی موجودگی میں اس چیز کو حرام، بدعت یا گمراہی کہنا درست نہیں۔۔۔ کیونکہ اس پر حرام، بدعت یا گمراہ کا فتویٰ لگانے سے ان تمام آئمہ حدیث اور اکابر امت تک فتویٰ جائے گا جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔ پس یہ مباحات میں سے ہوگیا کہ اس سے جواز ثابت ہوتا ہے اور اگر کوئی اس کا قائل نہ ہو تو وہ سُنیت سے بھی خارج نہ ہوگا چہ جائیکہ اسے اسلام سے خارج کیا جائے کیونکہ یہ اصول نہیں بلکہ فروع ہیں۔۔۔ برصغیر کے سُنیوں کا رواج یہ ہوچکا ہے کہ ہم فروعات پر بھی یا تو سُنیت سے نکال دیتے ہیں یا داخل کردیتے ہیں۔ فروعات پر اختلاف تمام صدیوں میں علماء میں ہوا کرتے تھے۔ کئی آئمہ حدیث اس حدیث سے جواز کا ثبوت ملنے کے باوجود قبر پر پھول اور سبز ٹہنیاں نہ رکھنے کے قائل ہیں۔ پس اگر کسی فروعی مسئلہ پر دو یا تین رائے پائی جائیں اور احباب جواز یا عدم جواز دونوں میں سے کسی کو بھی اپنا رہے ہوں تو یہ درست ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ شریعت میں گنجائش ہے۔ لہذا کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کے جواز کے قائل کو گمراہ کہے کیونکہ اس سے آئمہ حدیث (نعوذباللہ) گمراہ بنیں گے اور اکابر پر حرف آئے گا۔۔۔ اور اگر کوئی اس کے عدم جواز کا قائل ہو اور کہے کہ یہ عمل حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا اور خصائص محمدی ﷺ میں سے ہے لہذا ہم قبروں پر پھول اور سبز ٹہنیاں نہیں رکھتے تو وہ اتنی بات سے سُنیت سے بھی خارج نہ ہوں گے۔ پس دونوں سمت گنجائش رکھا کریں۔ محدثین و آئمہ کے ہاں اتنی توسُّع پائی جاتی تھی اگر یہ توسُّع ہمارے ہاں بھی آجائے تو بہت سارے جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں۔ فقط امور مباحات، امور مستحسنات اور امور مستحبات پر سنی، غیر سنی اور کافر و غیر کافر کے فتوے نہیں لگاتے اس طرح کرنا علم پر ظلم ہے۔

اصل عقائد اور ہمارے متشدّدانہ روّیے

چونکہ درس نظامی کی تمام کتب کا مزاج ایک قسم کا مناظرانہ ہوتا ہے اور تمام کتب اس مزاج کی حامل ہوتی ہیں مثلاً عِندَنا ھکذا ''ہمارے نزدیک اس طرح ہے''۔۔۔ عند الشافعیه ھکذا ''امام شافعی کے نزدیک اس طرح ہے''، وقال المالکیه ھکذا ''امام مالک نے اس طرح کہا ہے''۔۔۔ وعند الحنابله ھکذا ''حنابلہ کے نزدیک اس طرح ہے''۔ گویا تقریباً تمام کتب میں موازنہ غالب ہوتا ہے، اپنے اپنے موقف کے بارے دلائل ہوتے ہیں، لہذا علماء اور طلباء کا مزاج بھی مناظرانہ بن جاتا ہے۔ یہ مزاج علماء کے پاس بیٹھنے سے مزید بڑھتا ہے جبکہ صوفیاء کے پاس بیٹھنے سے اس مزاج میں کمی واقع ہوتی ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد شروع میں میرا مزاج بھی کچھ عرصہ اس طرح کا رہا اب تقریباً 25 سال سے یہ مزاج ختم ہو چکا۔۔۔ علماء جذباتی ہوتے ہیں۔ ان کے اندر جوش زیادہ ہوتا ہے، یہ جوش صوفیاء کے پاس جانے سے کم ہوتا ہے، وہ جوش و جذبات کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں، امام بخاری بھی صوفی تھے کیونکہ جو عمر بھر حضور ﷺ کے موئے مبارک کو لباس میں سیئے رکھے وہ صوفی نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔ جو اپنی حدیث کی کتاب کی تکمیل قبرِ رسول ﷺ کے پاس بیٹھ کر کرے تو وہ صوفی نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔ تمام آئمہ حدیث اور آئمہ فقہ، اولیاء اللہ کی مجالس میں بیٹھنے والے تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل بھی صوفی تھے۔۔۔ اس وقت یہ میرا موضوع نہیں، اگر اس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہوتی تو میں دلائل کے لئے کثیر کتب کے انبار لگا دیتا۔

1970ء کی بات ہے میں درس نظامی اور دورہ حدیث مکمل کر چکا تھا۔ جھنگ میں ایک دیوبندی عالم دین سے ''تقبیل ابہامین'' (حضور ﷺ کے اسم پاک پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا اور درود پاک پڑھنا) پر میرا 8 گھنٹے مناظرہ ہوا۔۔۔ منصف تین علماء تھے اور تینوں کا تعلق علمائے دیوبند سے تھا۔۔۔ اس وقت بھی یہ صورت حال تھی کہ منصف کوئی بھی ہو اور کسی بھی مسلک کا حامل ہو، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی، مجھے یقین تھا کہ انشاء اللہ میرے پرزور دلائل کے بعد وہ چاہتے ہوئے بھی غلط فیصلے کی طرف نہیں جاسکتا۔ دوست احباب نے مجھے منصفین کے دیوبند ہونے کی بناء پر اس مناظرہ سے روکنا چاہا مگر میں نے کہا کہ وہ میرے پرزور دلائل کی وجہ سے غلط فیصلہ نہ کر سکیں گے۔۔۔ مناظرہ شروع ہونے سے قبل میں نے اپنے حریف مولانا صاحب سے کہا کہ آپ اپنا موقف تحریری طور پر لکھ کر منصفین کرام کو دے دیں کہ وہ اس مناظرہ سے کیا ثابت کریں گے اور اس طرح میں بھی اپنا موقف لکھ کر انہیں دے دیتا ہوں۔ نیز سامعین کو دونوں کے مؤقف پڑھ کر سنا دیئے جائیں اور پھر ہم دونوں اپنے لکھے کو ثابت کرنے کے پابند ہوں گے اور کوئی بھی اپنے لکھے ہوئے مؤقف سے معمولی سا بھی ادھر ادھر نہ ہوگا۔

چنانچہ میں نے اور فریق ثانی نے اپنا اپنا موقف لکھ کر منصفین کو دے دیا۔ جب پڑھ کر سنایا گیا تو انہوں نے جوش اور غصہ میں لکھا تھا کہ انگوٹھے چومنا بدعت ہے، حرام ہے جو ایسا کرے وہ جہنمی ہے، اس کا کوئی عمل قبول نہیں۔۔۔ میرا مؤقف بھی پڑھ کر سنایا گیا، میں نے جو لکھا تھا اسے غور سے سنیں کہ عقیدہ کیا ہے؟ ہم افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ہیں، ضرورت عقیدہ کی صحت کے ساتھ اعتدال پر آنے کی ہے۔۔۔ میں نے لکھا کہ ''تقبیل ابہامین ایک حدیث ضعیف سے ثابت ہے اور فضائل اعمال میں سے حدیث ضعیف پر عمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، پس جو عمل کرے اس کو ثواب ہے اور جو عمل نہ کرے اس کو کوئی گناہ نہیں ہے۔''

سن لیں! اہل سنت کا عقیدہ ہی یہی ہے۔۔۔ اکابر میں سے کسی نے بھی اس بات سے معمولی سا بھی انحراف نہیں کیا۔۔۔ اصل میں واعظین، بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں اور مصیبت پیدا کر دیتے ہیں۔۔۔ جب عقیدہ علماء کے ہاتھ سے

نکل کر واعظین کے ہاتھ آجائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے، اس میں ڈھکوسلے شامل ہوجاتے ہیں، مبالغے شامل ہوجاتے ہیں۔
منصفین میں سے چیف جج مولانا رشید احمد صاحب (دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے، انہیں عرب الہند کہا جاتا تھا) نے میرا موَقف پڑھ کر سنایا تو مناظر مولانا صاحب ایک دم بھڑک اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ کیا ہے؟۔۔۔ میں نے کہا کہ یہی عقیدہ ہے۔۔۔ اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانؒ کا عقیدہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔۔۔ اب جو کچھ تم، ہم سے منسوب کرتے ہو وہ سب جھوٹ ہے۔۔۔ اب میں آپ کی تہمت کو قبول کروں یا جو اصل عقیدہ ہے اسے بیان کروں۔۔۔ پس وہ ایک طرح کا مناظرہ اسی بات پر ہی ہار گئے کیونکہ جو کچھ انہوں نے لکھا تھا وہ دنیا کی کسی کتاب سے ثابت نہ ہوسکتا تھا اور جو میں نے لکھا تھا سینکڑوں کتب سے اس کے ثبوت دے دیئے۔ اب کل 8 گھنٹے کی بحث میں ان کا تمام زور ہی اس بات پر رہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے جبکہ میں نے اپنے دعویٰ میں لکھ دیا کہ حدیث ضعیف ہے۔ مناظرہ کے دوران جب کبھی وہ اس حدیث کو ضعیف حدیث کہیں تو میں انہیں وہیں روک دوں کہ۔۔۔ مولانا اس بات پر مناظرہ ہی نہیں کیونکہ یہ تو میں نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔۔۔۔ یہ تو بحث ہی نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا نہیں۔۔۔ یہ تو مختلف فیہ نہیں۔۔۔ There is no dispute on this subject کچھ اور بتانا ہے تو بتاؤ۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، پھر دلائل ہوئے اور 8 گھنٹے کے بعد مناظرہ ختم ہوا۔۔۔ تینوں منصفین نے اعلان کیا کہ مولانا فیروز احمد صاحب شکست کھا گئے اور قادری صاحب نے مناظرہ جیت لیا اور دلائل قویہ کے ساتھ اپنا عقیدہ ثابت کردیا۔۔۔ مگر آخر پر انہوں نے ایک جملہ لکھا کیونکہ بالآخر انہوں نے اپنا عقیدہ بھی تو بچانا تھا۔۔۔ انہوں نے لکھا کہ قادری صاحب مناظرہ جیت گئے اس میں کوئی شک نہیں۔۔۔ لیکن اِن کی جیت اور دوسروں کی شکست کا غالباً سبب یہ ہے کہ دونوں میں علمی تفاوت/ فرق بہت زیادہ ہے۔۔۔ یہ جوڑ نہیں تھا اگر قادری صاحب کے مقابلے کا کوئی عالم ہوتا تو معلوم نہیں نتیجہ کیا نکلتا۔۔۔ میں وہیں کھڑا ہوگیا اور کہا: کہ اب میدان نہیں چھوڑوں گا، اب کوئی مقابلے کا عالم لائیں، اس سے مناظرہ کروں گا۔۔۔ (یہ باتیں اس دور کی ہیں جب جوش اور جذبات کی آگ موجود تھی مگر 25 سال بیت گئے، یہ آگ ٹھنڈی ہو چکی)۔۔۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب سے آپ کا مناظرہ کروائیں گے، وہ عمر رسیدہ اور پرانے مناظرین میں سے تھے، میں اس وقت 19 سال کا نوجوان تھا، میں نے قبول کرلیا۔ پھر ان کے ساتھ مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوگئی، مقررہ تاریخ پر اردگرد کے کل علماء کثیر تعداد میں مقررہ جگہ پر جمع ہوگئے، ان کے نائبین نے شرائط طے کرلیں مگر اتفاق ایسا ہوا کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اپنی کسی مجبوری کی بناء پر نہ آسکے۔۔۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اس کو خوب ہوا دیتا اور کہتا کہ وہ بھاگ گئے۔۔۔ میں نے ایسا نہ کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے کوئی مجبوری ہوگئی ہوگی جس بناء پر نہ آسکے۔ ہماری طبیعت اسی طرح کی ہے کہ کبھی متشدد رویہ اختیار نہیں کیا۔

پس اس واقعہ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ کبھی اصل عقیدہ سے سرمو انحراف نہ کریں۔۔۔ اصل عقیدہ اسلاف، متقدمین، متاخرین، آئمہ اور اکابر کا ہے اور قرآن وحدیث پر مبنی ہے۔۔۔ اسی اصل عقیدہ کے ساتھ صحت کی حدود متعین کریں اور افراط وتفریط کا شکار نہ ہوں کچھ لوگ افراط کا شکار ہوگئے اور کچھ تفریط میں چلے گئے نتیجتاً صحیح عقیدہ بھی خلط ملط ہوگیا۔

اگلی حدیث پر گفتگو سے پہلے بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے بخاری شریف کی کل احادیث 2513 (بغیر تکرار کے) میں سے عقائد کے حوالے سے اسی طرح کی ایک ہزار احادیث نکالی ہیں۔ گویا تقریباً نصف صحیح البخاری اس عقیدہ پر ہے چونکہ وقت کم ہے اسلئے اس دورہ حدیث کے دوران کوشش کی ہے کہ عقیدہ کی مختلف فصول پر ایک ایک حدیث کو زیر بحث لاؤں کیونکہ اگر تمام احادیث کو بیان کروں تو ان کی تکمیل کے لئے کم از کم 40 دن درکار ہیں۔

کتاب التیمم، باب اول

☆ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةِ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ، وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً.

’’ہمیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں عطا کی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی جاتی ہے۔۔۔ اور تمام زمین میرے لئے مسجد (سجدہ گاہ) اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو فرد نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے نماز ادا کر لینی چاہئے۔۔۔ اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے بھی حلال نہیں تھا۔۔۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔۔۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میری بعثت تمام انسانوں کے لئے عام ہے‘‘۔

یہ حدیث مبارکہ خصائص محمدی ﷺ پر دلالت کرتی ہے۔ خصائص محمدی ﷺ بے شمار ہیں اگر آپ صرف خصائص محمدی ﷺ کو پڑھنا چاہیں تو میری کتاب ’’خصائص مصطفیٰ ﷺ‘‘ کا مطالعہ کریں۔ اس کتاب کے 457 صفحات میں کل احادیث حتی الوسع جمع کر دیں، اس طرح اتنی ہی ضخامت کی کتب ’’شمائل مصطفیٰ ﷺ‘‘ اور ’’اسماء مصطفیٰ ﷺ‘‘ کے عنوان سے بھی ہے۔

یہاں یہ چیز بھی واضح کر لیں کہ جب اس طرح کسی حدیث کے اندر عدد بتا کر بیان کیا جائے کہ مجھ سے پہلے کسی کو یہ نہیں ملے تو اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ یہ خصائص صرف 5 ہیں یا اتنے ہی ہیں جتنے حضور ﷺ نے بیان فرمائے۔ پس درج بالا حدیث میں لفظ خمسا (پانچ) قرینہ کلام ہے کہ کسی موقع کی مناسبت سے یا کسی قرینہ کے سبب خمساً کہا، اس طرح کسی مقام پر ستاً (چھ) کہا اور کسی مقام پر کوئی اور عدد بیان کر دیا۔ اس طرح جب جملہ احادیث میں مذکور خصائص کو جمع کریں گے تو یہ سینکڑوں تک جا پہنچیں گے۔

قرینہ کلام کی ایک مثال دیتا ہوں اسے حوالتاً نوٹ فرمالیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی، اکابر علمائے دیوبند میں سے ہیں، اپنی کتاب نشر الطیب کے پہلے باب کو انہوں نے نور محمدی ﷺ کے بیان میں قائم کیا ہے اس باب میں مصنف عبدالرزاق کی حدیث جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حدیث نور کہلاتی ہے اسے سب سے پہلے بیان کیا۔ اس حدیث کا پہلا حصہ پہلے مل نہیں رہا تھا اب مل چکا ہے اور مطبوعہ ہے۔ پہلے لوگ کہتے تھے کہ یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں نہیں ہے، میں نے بھی جب مصنف عبدالرزاق خریدی تو اس میں یہ حدیث نہیں تھی۔ صورت حال یہ ہے کہ ابتداء کی 82 احادیث مصنف عبدالرزاق میں نہ تھیں اور ان کے بغیر ہی شائع ہوتی رہی، اب وہ حصہ مل چکا ہے اور شائع بھی ہو چکا ہے۔ امام عبدالرزاق، امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

تھانوی صاحب، نشر الطیب میں حضور ﷺ کے نور کی خلقت کے حوالے سے کئی احادیث لائے ہیں، اس میں ایک حدیث یہ بھی بیان کی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ’’میں تخلیق آدم سے 14 ہزار سال پہلے اللہ کی بارگاہ میں نور تھا‘‘ اس حدیث کی شرح میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ 14 ہزار سال سے مراد فقط 14 ہزار سال ہی نہ سمجھیں، یہ کسی قرینہ کی وجہ سے 14 ہزار بیان فرمایا وگرنہ اس سے زائد مدت کی احادیث حضور ﷺ کے نور ہونے کی سند کے طور پر موجود ہیں اور وہ سیدنا جبرائیل امین کا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ نے جبرائیل امین سے ان کی عمر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ مجھے عمر سالوں میں تو یاد نہیں اتنا معلوم ہے کہ جب میں پیدا کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ افق پر ایک ستارہ 70 ہزار سال بعد

طلوع ہوتا تھا پھر غروب ہوتا اور 70 ہزار سال بعد دوبارہ طلوع ہوتا میں نے اس ستارے کو 72 ہزار مرتبہ دیکھا ہے، اس حدیث کو امام قسطلانی سمیت بڑے بڑے آئمہ نے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے جبرائیل امین کے جواب میں فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَنَا ذٰلِکَ الْکَوْکَبُ.

''اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ ستارہ/ وہ نور میں ہی تھا''۔

علامہ اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ 14 ہزار سال کو حصر نہ کیا جائے، اس مدت پر محدود نہ کیا جائے، یہ حضور ﷺ نے کسی قرینہ کے سبب بیان فرمادیا ورنہ زیادہ طویل مدت کی احادیث بھی موجود ہیں۔ پس میں نے قرینہ کا نقطہ سمجھانے کے لئے حوالہ دیا۔

ضمناً ایک بات اور معلوم ہوئی کہ اوائل وقت میں علمائے دیو بند بھی حضور ﷺ کے نور کے قائل تھے اور یہ فقط نور نبوت کی بات نہیں ہے بلکہ نور خلقی کی بات ہورہی ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا چلا گیا، اختلافات دیگر امور کی بناء پر بڑھتے چلے گئے وگرنہ پہلے بہت سے مسائل میں علماء متفق ہوتے تھے۔

یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان پانچ چیزوں کے بارے میں فرمایا خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ ''یہ میرے خصائص ہیں جو میرے سے پہلے کسی کو نہیں ملے''۔۔۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ دیگر انبیاء کو بھی شفاعت دی گئی تو پھر حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ مجھ سے پہلے کسی کو یہ خصائص نہیں دیئے گئے کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیگر انبیاء کو بھی شفاعت دی گئی اور انہوں نے اپنی شفاعت کا حق استعمال کیا۔ میں نے اپنی شفاعت کا حق قیامت کے دن کے لئے موخر کردیا۔ پس اس حدیث میں بیان کردہ شفاعت جو کہ صرف حضور ﷺ کو دی گئی سے مراد شفاعتِ عامہ نہیں بلکہ شفاعتِ خاصہ ہے اور یہی حضور ﷺ کی شفاعتِ عظمیٰ ہے۔

امام ابونا ابو سعد عبدالملک النیشا پوری نے ''شرف المصطفی ﷺ'' کے عنوان سے عظیم الشان کتاب لکھی۔ آج سے چند برس قبل وہ پہلی مرتبہ چھپی، اس سے قبل وہ آج تک چھپی نہ تھی، میں کویت سے خرید کر لایا تھا۔ امام ابونا ابو سعد عبدالملک النیشا پوری نے اپنی کتاب میں حضور ﷺ کے 60 خصائص بیان کئے۔ انہوں نے بھی اس کتاب میں ایک مکمل باب میں حضور ﷺ کے نور کی خلقت بارے احادیث جمع کی ہیں نیز اس کتاب میں موجود احادیث کی تخریج سعودی عرب میں ہوئی۔۔۔ امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں حضور ﷺ کے 200 خصائص جمع کئے۔۔۔ امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں کثیر تعداد میں خصائص جمع کئے الغرض کثرت کے ساتھ ان خصائص پر کتابیں لکھی گئیں اور ان احادیث کو جمع کیا گیا۔

كِتَابُ الصَّلَاةِ بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِد بَنِیُ فُلَانٍ

اللہ کے لئے بنی مسجد کو کسی غیر کے نام منسوب کرسکتے ہیں؟

☆ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِیْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِیْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰی مَسْجِدِ بَنِیْ زُرَيْقٍ وَاَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لئے) تیار کیا گیا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی۔ اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تھی اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ

الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کی تھی‘‘۔

امام بخاری نے ترجمۃ الباب سے ہی إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ (بے شک مساجد اللہ کے لئے ہیں) یعنی اللہ کے لئے بنائی گئی مساجد کو کسی غیر کے نام منسوب کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ سے پیدا ہونے والے اعتراض کو رد فرمایا۔ اس حدیث مبارکہ میں ’’مسجد بنی زریق‘‘ کے الفاظ کے ذریعے امام بخاری نے اس بات کو ثابت کیا کہ مساجد کو کسی غیر کے نام سے منسوب کرسکتے ہیں۔ گویا اللہ کے لئے ہونے کا معنی اور ہوتا ہے اور جب غیر کے نام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اس کا معنی اور ہوتا ہے اور اس سے مراد فقط نسبت ہوتی ہے۔

اعمال صالحہ کو غیر کی طرف منسوب کرنا جائز ہے

اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں امام عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ

يُسْتَفَادُ مِنْهُ جَوَازُ اِضَافَةِ الْمَسَاجِدِ اِلٰى بَانِيْهَا اَوِ المصلى و يَلْتَحِقُ به جَوَازُ اِضَافَةُ اعمال الْبِرِّ الى اَرْبَابِهَا.

حدیث مبارکہ میں مسجد کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنے کے ذکر ہے مگر امام عسقلانی اسی حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ’’اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسجد کی طرح نیکی کے اعمال (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات، کھانا پینا، میلاد و گیارھویں، عرس کا لنگر وغیرہ) بھی اگر کوئی غیر کی طرف منسوب کرنا چاہے تو کرسکتا ہے‘‘۔

بعض احباب مختلف بزرگوں کی طرف کھانے پینے کی چیزوں کی اضافت کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض احباب اسے وَمَا اُهِلَّ بِهٖ غَيْرِ اللّٰهِ کے تحت لانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان چیزوں کو کسی غیر کے نام کی طرف منسوب نہ کریں، واضح رہے کہ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ غَيْرِ اللّٰهِ کا معنی یہ ہرگز نہیں ہے۔ درس حدیث کے دوران موقع آنے پر میں صحیح البخاری سے وَمَا اُهِلَّ بِهٖ غَيْرِ اللّٰهِ کی تفسیر بھی بیان کروں گا جو امام بخاری نے بیان کی ہے کہ اس سے مراد صرف رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ الذَّبْحِ ہے کہ ’’ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لینا اہلال کہلاتا ہے۔ پس اعمال صالح بھی غیر کی طرف منسوب ہوسکتے ہیں۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ ....

☆ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ وَوَدِدْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَنَّكَ تَأْتِينِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ....

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور غزوہ بدر کے شرکا میں تھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ ﷺ! میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں لیکن جب موسم برسات آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو نشیبی علاقہ ہے وہ بھر جاتا ہے اور میں انہیں نماز پڑھانے کے لئے مسجد تک آنے سے معذور ہوجاتا ہوں اور یارسول اللہ ﷺ میری خواہش ہے کہ آپ ﷺ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا‘‘۔۔۔

انبیاء و صالحین کے اماکن کو عبادت کے لئے مخصوص کرنا سنت ہے

اس حدیث مبارکہ میں فوائد الحدیث کے باب میں سے ثابت ہوا کہ انبیاء و صالحین جس جگہ بیٹھیں، قدم لگائیں، نماز پڑھیں، ان کی نشست اور نماز گاہ کو حصول برکت کے لئے اپنی نماز گاہ بنانا بھی سنت ہے۔ اس جگہ سے مطلقاً تبرک لینا اور بات ہے لیکن اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ جہاں حضور ﷺ کے قدم لگے اس جگہ کو جائے نماز بنالینا اور اس جگہ کو اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دینا۔ پس انبیاء، صالحین کے مبارک اماکن کو جائے نماز بنانا سنت ہے۔

حضور ﷺ، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا أَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ''تم کہاں چاہتے ہو کہ میں کس جگہ کھڑا ہو کر نماز پڑھوں''۔۔۔ اس میں مشائخ و علماء کے لئے سبق ہے کہ محبت کرنے والوں، تلامذہ، پیروکاروں کی دلجوئی کرنی چاہئے۔۔۔ جبکہ ہمارا رویہ اس کے الٹ ہے۔۔۔ ہم زیادہ جلال میں رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جتنا جلال زیادہ ہوگا، آنکھیں سرخ، چہرہ پر دبدبہ، غصہ ہوگا، کلام کم اور ڈانٹ ڈپٹ زیادہ ہوگی۔۔۔ ولایت کا درجہ اتنا ہی اونچا ہوگا۔۔۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر ایک کی دلجوئی کرنی چاہئے۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ اشارہ کیا حضور ﷺ نے اس جگہ نماز ادا فرما دی اور اس جگہ کو حضرت عتبان بن مالک نے مصلّٰی بنالیا۔ گویا حضور ﷺ کے قدموں کے نشان جہاں لگے تھے وہ بھی مصلّٰی بن گیا۔ اس سے تبرک باماکن الانبیاء والصالحین ''انبیاء و صالحین کے اماکن سے تبرک لینا'' حتی کہ عبادت کے لئے بھی ان جگہوں سے تبرک حاصل کرنا سنت سے ثابت ہے۔ اس پر قرآن کی نص ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى. (البقرہ: ۱۲۵) ''اور (حکم دیا کہ) ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنالو''۔

مقام کسے کہتے ہیں؟ اس کے اندر ایک لطیف نکتہ ہے، ہم نے تو صرف یہ خیال کر رکھا ہے کہ اس پتھر کا نام مقام ابراہیم ہے، طواف کے بعد دو نفل وہاں پڑھتے ہیں اگر قرآن چاہتا تو حجر ابراہیم بھی کہہ سکتا تھا مگر حجر ابراہیم کی بجائے مقام ابراہیم کا لفظ استعمال فرمایا۔ ''مقام'' اسم ظرف ہے اور اس کا معنی المکان الذی قام علیہ ''وہ جگہ جس کے اوپر کوئی کھڑا ہوا''۔ سوال یہ ہے کہ کھڑا سر سے ہوا جاتا ہے یا قدموں سے؟ صاف ظاہر ہے کہ قدموں سے کھڑے ہوتے ہیں، پس مقام کا معنی ہے جہاں قدم لگے۔ اس پتھر کو مقام ابراہیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات موجود ہیں اور اس پتھر نے ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات کو محفوظ کرلیا۔

اب وہ مطلق پتھر نہ رہا، پس جہاں اللہ کے محبوب نبی اور رسول کے قدموں کے نشان ہیں ان کے بارے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ اس کعبہ سے 360 پتھر/ بت سارے کے سارے نکال دو صرف ایک پتھر چھوڑ دو جہاں میرے محبوب کے قدموں کے نشان لگے ہیں یہ نہ ہو کہ آنے والے زمانے میں کوئی اس پتھر کو بھی باہر نکال دے اس لئے میں ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان والے پتھر کا ذکر قرآن میں بھی کر دیتا ہوں تا کہ اگر کوئی لاکھ چاہے بھی تو اس کو وہاں سے ہٹا نہ سکے۔ مزید فرمایا کہ کسی کا طواف اس وقت تک قبول نہیں جب تک ان قدموں کے نشانات کو سامنے رکھ کر دو نفل نہ پڑھ لے۔ اب وہ پتھر مسجود نہیں بلکہ مسجود الیہ ہے۔۔۔ سجدہ نہیں ہوتا مگر توجہ ادھر ہوتی ہے۔۔۔ اسی طرح جس طرح سجدہ کعبہ کو نہیں ہوتا بلکہ توجہ کعبہ کی طرف ہوتی ہے۔۔۔ گویا جہاں پیغمبروں کے قدموں کے نشان لگے عبادت میں بھی اس کی طرف توجہ کرنا قرآن سے ثابت ہے۔

مقام ابراہیم علیہ السلام اور میلاد مصطفٰی ﷺ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے زندگی بھر ایک ہی پتھر پر قدم رکھا ہوگا، ساری زندگی کسی اور

پتھر پر کھڑے نہیں ہوئے، اگر ایسا نہیں ہے تو کیا اور پتھروں پر بھی قدموں کے نشان لگے؟۔۔۔ پیغمبر کی شان یہ ہے کہ ان کے قدم جن پتھروں پر لگ جائیں تو وہ پتھر نرم ہوجاتے ہیں اور ان پر نشان لگ جاتے ہیں مگر مقام ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ اللہ نے دوسرے پتھر کیوں محفوظ نہ فرمائے؟۔۔۔ اس پتھر کو یہ شان کیوں ملی کہ اس پر قدموں کے نشان بھی محفوظ ہوئے اور یہ حرم کعبہ میں بھی محفوظ ہوا۔۔۔ اس کی وجہ کیا ہے؟۔۔۔ اس کی وجہ خاص ہے، اس پتھر پر لگنے والے قدموں کے نشانوں کی نسبت صرف ابراہیم علیہ السلام سے نہیں بلکہ اس کی نسبت میلاد مصطفیٰ ﷺ اور ولادت مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔۔۔ اس پتھر کی نسبت ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سے کس طرح ہے؟ قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. (البقرہ: ۱۲۷)

''اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو دونوں دعا کر رہے تھے) کہ اے ہمارے رب تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما لے، بے شک تو خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے''۔

ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہوتے، پتھر خود ہی بلند ہوتا چلا جاتا اور کعبہ تعمیر ہوتا کعبہ کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد انہوں نے دعا مانگی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَيُزَکِّيهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَکِيمُ. (البقرہ: ۱۲۹)

''اے ہمارے رب! ان میں، انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول معبوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک صاف کرے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے''۔

ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے بعد اللہ سے مزدوری مانگی اور مزدوری میں عرض کیا: کہ مولا مجھے اپنے محبوب ﷺ کا دادا بنادے تاکہ قیامت کے دن جب ہر نبی/رسول اپنے نام سے پکارا جائے گا، اس وقت میں جدِ محمد ﷺ کے طور پر پکارا جاؤں۔۔۔ چونکہ اس پتھر پر کھڑے ہوکر آپ علیہ السلام نے دعائے ولادت مصطفیٰ ﷺ اور دعائے بعثتِ مصطفیٰ ﷺ مانگی تھی، اس لئے رب نے فرمایا کہ باقی سب پتھروں کے نشانات مٹتے ہیں تو مٹ جائیں مگر یہاں قدموں کا نشان دعائے ولادت مصطفیٰ ﷺ سے نسبت رکھنے کی بناء پر قیامت کے دن تک کعبہ کے صحن میں موجود رہے گا۔۔۔ مقام ابراہیم علیہ السلام پر نفل پڑھنے سے جہاں تکریم قدمین ابراہیم علیہ السلام ہوتی ہے وہاں تکریم ولادت مصطفیٰ ﷺ بھی ہوتی ہے۔ گویا مقام ابراہیم میلاد مصطفیٰ ﷺ کی نشانی ہے اس وجہ سے محفوظ ہوگیا۔

طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، سیرت حلبیہ (سیرت الرسول میں اس بات کی سند پر تمام حوالہ جات موجود ہیں) میں بھی اس بات کو درج کیا گیا ہے۔ نیز الحجر الاسود میں درج ہے کہ حضور ﷺ کو بطور نبی پہچاننے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ تھی کہ قریش سے پوچھا گیا کہ وہ نبی، جس کو تم نہیں مانتے کبھی اس کے قدموں کے نشانوں کو دیکھا ہے؟۔۔۔ انہوں نے کہا: کہ ہاں دیکھا ہے۔۔۔ پوچھا: کہ کیا ان کے قدموں کے نشان اسی طرح ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے پتھر پر لگے ہوئے ہیں؟۔۔۔ قریش نے کہا: کہ ہاں مماثلت موجود ہے۔۔۔ انہوں نے کہا: کہ بس جان لو وہی نبی آخرالزمان ہیں۔۔۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور ﷺ کے قدموں کے نشانات میں مماثلت مقام ابراہیم کو محفوظ کرنے کا سبب ہے۔

حدیث مبارکہ کی طرف واپس آتے ہیں کہ جب حضور ﷺ، حضرت عتبان بن مالک کے ہاں تشریف لے گئے تو اس موقع پر علاقے کے تمام لوگ اکٹھے ہوگئے، ایک شخص نہ آیا، حاضرین صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ دیکھو وہ کتنا منافق ہے، حضور ﷺ کی زیارت کے لئے ہی نہیں آیا۔ حضور ﷺ چونکہ احوال قلب سے بھی مطلع ہیں، نیتوں سے بھی مطلع ہیں۔۔۔ اور نیت سے بڑا امر غیب کوئی نہیں ہے، حضور ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا:

لَا تَقُلْ ذٰلِکَ اَلَا تراہ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یُرِیْدُ بِذَالِکَ وَجْهَ اللّٰه.

''اس کو منافق مت کہو تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے کلمہ پڑھا، میں اس کی نیت کو جانتا ہوں کہ اس نے رضائے الٰہی کے لئے اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھا ہے''۔

حضور ﷺ کے اس فرمان پر صحابہ بول اٹھے۔ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمْ.

''آقا! ہم نے تو ظاہر پر اعتبار کرکے بات کی تھی، دلوں کا حال اللہ اور اللہ کا رسول ہی ﷺ بہتر جانتا ہے۔''

بَابُ الشَّعْرِ فِی الْمَسْجِد (مسجد میں نعت خوانی کرنا)

☆ أَخْبَرَنِی أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِیَّ یَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَیْرَةَ أَنْشُدُکَ اللّٰهِ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ یَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ أَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ أَبُو هُرَیْرَةَ نَعَمْ.

''مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر پہنچائی۔ انہوں نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ اے حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے (مشرکوں کو اشعار میں) جواب دو۔ اے اللہ! حسان کی روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ذریعہ مدد کیجئے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں گواہ ہوں''۔

شعر سے مراد نعت ہے اس لئے کہ غزلیہ شاعری نہ مسجد میں کوئی کرتا تھا اور نہ اس کا تذکرہ ہے۔

نعت خوانی کے منکرین اپنی بات کی دلیل اور درج بالا حدیث کے جواب میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تَنَا شُدِ الاشعَار فی المساجد. (سنن الترمذی)

''حضور ﷺ نے مسجدوں میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا''۔

امام سیوطی، امام عسقلانی، امام عینی اور امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ سمیت سب نے اس حدیث پر بحث کی اور کہا کہ وہ اشعار جنہیں مساجد میں پڑھنے سے روکا گیا ان سے مراد اشعار دور جاہلیت ہیں اور وہ اشعار چونکہ اللہ و رسول ﷺ کی شان میں نہیں ہوتے اور برے و مذموم اشعار تھے اس لئے ان سے منع کیا اور جو اشعار نعت مصطفیٰ ﷺ اور حمد الٰہی میں ہیں ان کے پڑھنے کا حضور ﷺ نے حکم فرمایا۔

بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِی الْمَسْجِد ''حراب والے مسجد میں''

☆ قَالَ أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِی وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَسْتُرُنِی بِرِدَائِهٖ أَنْظُرُ إِلٰی لَعِبِهِمْ زَادَ إِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِی یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

''مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر پہنچائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا اس وقت حبشہ کے لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی چادر میں چھپالیا تاکہ میں ان کے کھیل کو دیکھ سکوں۔ ابراہیم بن منذر سے حدیث میں یہ زیادتی منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب کے واسطہ سے خبر پہنچائی۔ وہ عروہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب کہ حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں (حراب) سے مسجد میں کھیل رہے تھے''۔

صوفیاء کا وجد و رقص۔۔۔سنتِ صحابہ کرام

اس موضوع کی احادیث دیگر کتب حدیث میں مختلف مقامات پر بھی مذکور ہیں۔ میں نے ان احادیث کو اکٹھا کر کے عربی میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "بَهْجَةُ النُّور فِی رَقْصِ الْوَجْدِ وَالسُّرُوْر" ہے اور یہ زیر طباعت ہے۔
اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بھی مختلف طرق اور مختلف اسانید سے روایت کیا ہے جس میں مختلف الفاظ اور مختلف مفاہیم بیان کئے گئے ہیں۔ امام بخاری کے روایت کرنے سے ان تمام طرق و اسانید کو امام بخاری کی تائید حاصل ہوگئی کیونکہ واقعہ ایک ہے اگرچہ طرق، اسانید، الفاظ مختلف ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے جو الفاظ استعمال کئے وہ یہ ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَسُوْلِ اللّٰه وَيَرْقُصُوْنَ وَيَقُوْلُوْن مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ مَايَقُوْلُوْن. قَالُوْا يَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ.

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبشی حضور ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور ساتھ کہتے جاتے مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ "محمد نیک بندے ہیں" (وہ لوگ چونکہ حبشی تھے اس لئے اپنی زبان میں پڑھ رہے تھے) "حضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا کہتے ہیں۔ قَالَ يَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ "صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ اپنی زبان اور لہجے میں رقص کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ. (مسند احمد بن حنبل، جلد۳، ص ۱۵۲، حدیث۱۲۵۶۲)

(مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ کے الفاظ کے اندر بڑا ردھم موجود ہے اور یہ ردھم، رقص کے ساتھ دو چند ہو جاتا ہے)

درج بالا حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس کو امام طبرانی نے بھی اپنی سند کے ساتھ المعجم الاوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ گویا یہ شرح طبرانی علی حدیث البخاری ہے یعنی حدیث بخاری کی شرح، اس حدیث کے ساتھ امام طبرانی نے کی۔ طبرانی امام بخاری کے الفاظ بھی لائے ہیں اور پھر آگے بیان کرتے ہیں۔

... وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ وَيَزْفِنُوْنَ (وَفِی رَوَايَة يَرْقَصُوْن) حَتّٰى كُنْتَ انا الذی انتهيتُ. (معجم الاوسط، طبرانی، ج۹، ص۱۲۱، حدیث۹۳۰۳)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ کھیل رہے تھے اور رقص کر رہے تھے"۔

یہ حدیث صحیح ابن حبان، جلد۱۳ ص ۱۷۳، حدیث۵۸۷۰۔۔۔ امام عسقلانی نے فتح الباری، ج ۲ ص ۴۴۴ پر بھی روایت کی، یہاں بھی "يَزْفِنُوْنَ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

يَزْفِنُوْن کا مفہوم

یہ بات ذہن نشین رہے کہ عربی زبان میں "يَزْفِنُوْن" رقص کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس پر سند درج ذیل حوالہ جات ہیں:

☆ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض ج ۳ ص ۳۱۰ کتاب صلاۃ العیدین باب رخصۃ فی اللہ کے تحت اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہیں کہ يَزْفِنُوْنَ مَعْنَاهُ يَرْقُصُوْن وَالزِّفْنُ الرَّقْص.

☆ امام نووی، شرح صحیح مسلم ج ۶، ص ۱۸۶ کتاب صلاۃ العیدین باب الرخصۃ میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ يَزْفِنُوْنَ هٰذَا كَانَ يَزْفِنُوْن فِی يَوْمِ الْعِيْد مَعْنَاهُ يَرْقُصُوْن.

☆ امام عسقلانی، فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۴ میں بیان فرماتے ہیں يَزْفِنُوْن اَیْ يَرْقُصُوْن اور پھر لکھتے ہیں کہ جب حبشی رقص کرتے تو وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا مدینہ کے بچے ان کے اردگرد رقص کرتے اور سب کہتے جاتے مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ.

☆ امام ابن منظور افریقی، لغت کی کتاب لسان العرب ج ۱۳ ص ۱۹۸، ۱۹۷ میں فرماتے ہیں کہ

اَلزَّفْن، اَلرَّقْص، زَفَنَ يَزْفِنُ زَفْنًا وَهُوَ شبيهٌ باالرَّقْص. ''رقص کرنا، یا رقص کی طرح ناچنا، زفن کہلاتا ہے''۔

☆ لغت کی ایک اور کتاب تَاجُ الْعُرُوْس میں زبیدی ج ۱۸ ص ۲۶۱،۲۶۰ میں فرماتے ہیں کہ

زَفَنَ يَزْفِنُ زَفْنًا اَیْ رَقَصَ وَلَعِب.

☆ علامہ جوہری، الصحاح فی اللغۃ ج ۱، ص ۵۳۹ میں فرماتے ہیں اَلزَّفْن هُوَ الرَّقْص.

☆ علامہ زمخشری، الفائق الغریب الحدیث ج ۲، ص ۱۱۲ میں فرماتے ہیں اَلزَّفْنُ هُوَ الرَّقْص.

ان حوالوں کے بیان کرنے کا مقصود یہ تھا کہ یَزْفِنُوْنَ کے معنی کے سمجھنے میں مغالطہ نہ رہے اس لفظ کے معنی کو سمجھانے کے لئے بعض صحابہ اور آئمہ نے یَزْفِنُوْن کے ساتھ یَرْقُصُوْن کا لفظ بھی استعمال کر دیا۔

☆ جامع ترمذی، ج ۵، ص ۶۲۱، کتاب المناقب میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں فَـاِذَا حَبَشِيَّةٌ تَـزْفِـنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا. ''حبشی رقص کر رہے تھے اور مدینے کے بچے ان کے اردگرد رقص کر رہے تھے''۔

☆ اس حدیث کو امام نسائی نے سنن الکبریٰ، ج ۵ ص ۳۰ حدیث ۸۹۵۷ میں روایت کیا۔ ان احادیث میں اسی مضمون کے تحت ایک اور لفظ بھی ''زفن'' اور ''رقص'' کے علاوہ استعمال ہوا ہے اور وہ لفظ ''حجل'' ہے۔

امام ابن سعد، طبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۳۵ --- امام عسقلانی، فتح الباری ج ۷ ص ۵۰۷ --- صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب هذا ما صالحا فلان بن فلان جلد ۲ حدیث ۲۵۵۲ --- الترمذی، السنن، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب مناقب جعفر بن ابی طالب حدیث ۳۷۶۵ --- نیز بخاری شریف کی ج ۴، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء حدیث ۴۰۰۵ میں بھی یہ واقعہ درج ہے، اس حدیث کو السنن الکبریٰ میں امام بیہقی نے بھی روایت کیا اور یہ حدیث مسند بزار اور طبرانی میں بھی آئی ہے۔

کہ ایک دفعہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھوٹی صاحبزادی صحابہ کرام کے درمیان گھوم رہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پکڑ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کر دیا۔ حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو گود میں لینے کے مسئلے پر اختلاف ہوگیا --- تینوں میں سے ہر ایک اس بچی کو گود لینے کا متمنی تھا --- ان کی گفتگو حضور ﷺ تک پہنچی تو پوچھا کہ یہ آوازیں کیا ہیں؟ مسئلہ پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے تینوں کو اپنا اپنا دعویٰ بیان کرنے کو کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے لہذا یہ میرا حق ہے --- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بولے: یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے نیز میرے بیوی اس بچی کی خالہ ہے وہ اسے پالے گی --- حضرت زید رضی اللہ عنہ بولے: یارسول اللہ ﷺ یہ میری بھتیجی ہے۔

حضور ﷺ نے تینوں کے دعوے سنے اور فرمایا کہ یہ بچی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ لے جائیں گے اس لئے کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی بھتیجی ہے اور ان کے گھر اس بچی کی خالہ ہے اور خالہ، ماں کی جگہ ہوتی ہے، جتنی دیکھ بھال اس کی خالہ کرے گی کوئی اور خاتون نہیں کرسکتی۔ اس کے بعد زید کو مخاطب کرکے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا ''تم ہمارے بھائی اور مولا ہو'' --- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ اے علی رضی اللہ عنہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں --- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو کہا اَنْتَ اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي ''جعفر، تجھے شکل وصورت اور اخلاق میں میری مثیل بنایا ہے --- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ خوشی سے کھڑے ہوگئے فَحَجَلَ حَوْلَ النَّبِي ﷺ عَلَيه اور حضور ﷺ کے اردگرد رقص کرنے لگ گئے --- حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ اَنْتَ مَوْلَانَا آپ ہمارے مولا ہیں، وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اردگرد رقص کرنے لگے --- حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، وہ اٹھے اور ان کے گرد رقص کرنے لگے --- کمال منظر تھا --- درمیان میں

مصطفیٰ ﷺ تھے۔۔۔ جعفر رضی اللہ عنہ وجد میں رقص کر رہے تھے۔۔۔ ان کے باہر حضرت زید رضی اللہ عنہ محوِ رقص تھے۔۔۔ اور ان سے باہر مولا علی رضی اللہ عنہ رقص کر رہے تھے۔۔۔ اس سے محفل نعت، محفل سماع کے درمیان صوفیاء کا فرحت، وجد و کیف، سرور ولذت میں مغلوب ہوکر رقص کرنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

میں نے کوئی ایک حوالہ بھی صوفیاء کا نہیں دیا۔۔۔ کوئی کہے کہ یہ صوفیاء کی حکایات ہیں، نہیں میں نے تو ایک حوالہ بھی کسی صوفی کا نہیں دیا، بلکہ میں نے تو صحابہ کرام کا حوالہ دیا اور محدثین و کتب حدیث سے ثابت کیا ہے۔

مسجد نبوی میں حبشیوں کے رقص و وجد کی حقیقت۔۔۔ استقبال مصطفیٰ ﷺ

مسجد نبوی میں حبشیوں پر رقص اور وجد کی کیفیت کیوں طاری تھی؟ شارحین اس حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے فقہی پہلو میں چلے گئے کہ مسجد میں آلات حرب کے ساتھ رقص کرنا جائز ہے۔۔۔ کسی نے لکھ دیا کہ عید کے دن اس امر کی رخصت (اجازت) ہے۔۔۔ گویا وہ احکام فقہ میں چلے گئے۔ ہمیں احکام فقہ کی اتنی تلاش نہیں ہوتی بلکہ ہم تو احکام عشق تلاش کرتے ہیں۔۔۔ فقہاء، احکام فقہ تلاش کریں گے، ہم تو دیوانے لوگ ہیں ہم تو احکام عشق و محبت تلاش کریں گے۔

یہ رقص اور وجد کیا تھا؟۔۔۔ یہاں وہ راز بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حبشیوں کا رقص کیا تھا؟۔۔۔ محدثین اور آئمہ فقہ نے اس حدیث بارے جو موقف اپنایا وہ بھی درست ہے اس لئے کہ اس سے مسائل فقہ سامنے آئے مگر ہماری طرف اور ہے۔۔۔ آئمہ حدیث و فقہ کا دھیان اس طرف چلا گیا کہ حبشی ہر سال، عید کے دن آتے اور جنگی تیاریاں اور مشق کرتے کیونکہ جہاد کے لئے آلات حرب سے تیاری کرنا ضروری ہوتا تھا۔ علماء، محدثین، فقہاء کا یہ موقف جائز اور درست ہے لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنگی مشقوں کے لئے صرف مسجد نبوی ہی تھی، مدینہ کے اندر کوئی میدان موجود نہ تھا؟۔۔۔ حدیث تو پہلے بیان ہوچکی اب حدیث کے شرح کر رہا ہوں۔۔۔ یہاں کسی کے ذہن میں یہ بات پیدا نہ ہو کہ اپنے پاس سے شرح کر رہا ہوں۔۔۔

امام اعظم پر مخالفین کی طرف سے ایک اعتراض ہوا کہ یہ اپنی رائے سے بات کرتے ہیں، اس اعتراض کو امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک (امیرالمومنین فی الحدیث) نے رد کیا اور کہا کہ تمہارا اعتراض غلط ہے کیونکہ میں نے اپنے کانوں سے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ۔۔۔ ''میں اپنی رائے سے بات نہیں کرتا بلکہ سب سے پہلے کسی بات کی سند قرآن سے لیتا ہوں، اگر قرآن سے نہ ملے تو سنت نبوی ﷺ سے لیتا ہوں، اگر حدیث سے بھی سند نہ ملے تو پھر صحابہ کرام کی طرف رجوع کرتا ہوں، اگر صحابہ کرام کا اس مسئلہ پر اجماع ہو تو پھر قطعاً باہر نہیں جاتا''۔۔۔ امام اعظم مزید فرماتے ہیں کہ اگر صحابہ کے کسی مسئلہ پر دو مختلف قول ہوں پھر اجتہاد استعمال کرتا ہوں کہ ترجیح کس قول کو دوں۔۔۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ صحابہ کے قول میں سے بھی نہ ملے اور مسئلہ تابعین اور تبع تابعین میں آجائے (اور امام اعظم نے کئی تابعین و تبع تابعین کے نام گنوائے) تو ھُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ. ''وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں۔۔۔۔ اگر ان کی رائے میں قوت نظر آئے تو وہ لے لیتے ہیں اور اگر اس رائے میں قوت نظر نہ آئے تو پھر اپنی رائے قائم کرلیتے ہیں کیونکہ ان کا بھی حق ہے اور ہمارا بھی حق ہے۔

امام ابن عبدالبر نے الانتقاع میں یہ قول تحقیق کے ساتھ روایت کیا ہے اور خود مالکی ہیں۔۔۔ گویا تین مصادر قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ ایسے ہیں جن کی موجودگی میں امام اعظم کسی اور کو ترجیح نہیں دیتے۔۔۔ جان لیں یہ ہی مذہب حنفی کا اصول ہے اور مسئلہ رفع یدین اور دیگر کئی مسائل میں امام اعظم نے اسی بات کو اختیار کیا ہے۔۔۔ پس میں اصول و فروع میں امام اعظم کا کامل مقلد ہوں اور میرا طریقہ تحقیق وہی ہے جو امام اعظم نے دیا، انؒ کے نقش قدم سے نہیں ہٹتا۔۔۔ فرق یہ ہے کہ وہ بڑے ہیں اور ہم چھوٹے ہیں۔۔۔ انہوں نے پڑھایا ہے اور ہم نے انہی سے پڑھا اور سیکھا ہے، انہی کی خوشہ چینی کی ہے، انہی کی کتب پر انحصار کرکے ہم آگے چلتے ہیں مگر تحقیق اور مزید مراجع کی سند کے ساتھ بات

کرتے ہیں، اگر ان کی رائے ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتی ہے تو اوپر اور نیچے والے کی رائے بھی مختلف ہوسکتی ہے۔

اب حدیث کی شرح کی طرف آتے ہیں کہ حدیث میں صرف حضور ﷺ کے سامنے رقص کرنا اور مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ کے نعرے لگانے کا ذکر موجود ہے۔۔۔شارحین نے اس حدیث کی شرح میں جتنی بھی احکام شریعت کے حوالے سے باتیں کہیں وہ حق اور سچ ہیں۔۔۔ حدیث کی شرح کے حوالے سے چند سوالات وارد کرتے ہیں:

☆ اگر وہ جنگی مشقوں کے لئے ہی آتے تھے تو کیا مدینہ میں کوئی میدان نہ تھا، مسجد نبوی ہی کا انتخاب کیوں کیا گیا؟۔۔۔جنگی مشقوں کا انتظام مسجد نبوی سے باہر آسانی سے ہوسکتا تھا کہ باہر ہر کوئی دیکھے جبکہ مسجد نبوی تو تھوڑی سی جگہ تھی۔

☆ اگر حضور ﷺ ہی کو دکھانا چاہتے تھے تو کیا آپ ﷺ ملاحظہ فرمانے کے لئے باہر میدان میں تشریف نہ لاسکتے تھے حالانکہ آپ باہر مختلف مواقع پر تشریف لایا کرتے تھے حتی کہ بچوں کے کھیل کے لئے بھی حضور ﷺ باہر تشریف لائے، دوڑ کا مقابلہ (ٹورنامنٹ) بھی حضور ﷺ کرواتے، اول، دوم، سوم آنے والوں کو انعام دیتے اور جس جگہ آپ پوزیشن ہولڈرز کا اعلان کرتے تھے اس جگہ مسجد سبق موجود ہے جس کی مسلمان زیارت کرتے ہیں۔

☆ جنگی مشقیں اپنی جگہ پر بجا لیکن اسی دوران رقص کیوں؟

☆ رقص بھی مسجد میں اور ہر سال کیوں؟

مسجد نبوی کا انتخاب کیوں؟۔۔۔رقص کیوں؟۔۔۔یہ پروگرام ہر سال کیوں؟

گویا فقط جنگی مشقوں کی تیاری اور حضور ﷺ کو دکھانا ہی سبب نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی سبب ہے، ان باتوں کی حکمت کو جاننے کے لئے میں نے ایک رات اور ایک دن مختلف کتب کے مطالعہ میں مصروف رہا اور بالآخر میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں پہنچنا چاہتا تھا اور مجھے اس جگہ امام ابن حجر عسقلانی نے پہنچایا۔۔۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ امام ابن حجر عسقلانی صوفی نہیں بلکہ امام المحدثین ہیں۔

یہاں اس بات کو بھی واضح کردوں کہ حبشی کس دن یہ عمل کرتے تھے۔۔۔کیونکہ عید کے احکامات تو مدینہ آنے کے بعد نازل ہوئے۔۔۔حبشیوں کا یہ عمل اس دن ہوتا تھا جس دن حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔۔۔ یہ رقص استقبال مصطفیٰ ﷺ کا رقص تھا۔۔۔اور امام ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا کہ جب حضور ﷺ بستی قبا میں پہنچے تو اس دن ربیع الاول کی 12 تاریخ تھی۔۔۔گویا ولادت کا دن تھا۔۔۔مدینہ آمد کے بارے اقوال مختلف ہیں۔ کوئی یکم ربیع الاول کہتا ہے اور کوئی 2 اور کوئی، 8، 9، 12 کے بارے کہتے ہیں میں ان اقوال میں سے ایک قول 12 ربیع الاول مدینہ آمد کا قول لے رہا ہوں۔ حضور ﷺ جب قبا پہنچے تو سارے لوگ استقبال کے لئے موجود تھے۔ بچیوں نے ترانہ گایا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا.. مِنْ ثَنِيَاتِ الْوِدَاع.

حبشیوں نے استقبال مصطفیٰ ﷺ میں رقص کیا۔۔۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حبشوں نے استقبال مصطفیٰ ﷺ میں جو رقص کیا تھا، ہر سال آمد کا جشن منانے کے لئے آتے اور مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر رقص کرتے۔۔۔ گویا یہ جشن، آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا جشن تھا، یہاں سے جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ بغیر کسی شک و شبہ کے صراحت کے ساتھ ثابت ہوگیا۔ جس دن حضور ﷺ کی آمد ہوئی اس دن مدینہ میں حبشی رقص کریں اور اس رقص کی مصطفیٰ ﷺ مسجد نبوی میں اجازت دیں تو جس دن حضور ﷺ کی کائنات میں آمد ہوئی اس دن جشن کیوں نہ منایا جائے؟۔۔۔

متعدد روایات میں یہی بات آئی ہے، نیز امام ابن حبان نے اس کی تصریح کردی اور فرمایا: جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو حبشیوں کا ایک گروہ (اس دن کی یاد منانے کے لئے) مسجد نبوی میں آتا، کھیل پیش کرتا اور رقص کرتا۔ اسی بات کی تائید امام ابی داؤد نے سنن ابی داؤد میں کی کہ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النبیُ ﷺ اَلْمَدِیْنَۃَ لَعِبَتِ الْحَبَشَۃُ فَرَحًا لَعِبُوْا بِحِرَابِھِم (سنن ابوداؤد، ج ۴، حدیث ۴۹۲۳)

حضرت انس سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو حبشیوں نے اس خوشی میں کھیل پیش کیا اور رقص کیا یعنی رسول اللہ ﷺ کی آمد کے استقبال کے لئے رقص کیا۔

یوم میلاد النبی ﷺ کو ''عید میلاد النبی ﷺ'' کہنے کی وجہ

امام عسقلانی، فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۳ پر فرماتے ہیں:

وَلَا شَکَّ اَنَّ یَوْمَ قُدُوْمِہٖ ﷺ کَانَ عِنْدَھُم اَعْظَمُ مِنْ یَوْمِ الْعِیْد.

''اس امر میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا دنیا میں تشریف لانے کا دن عید کے دن سے بھی بڑا ہے''۔

یہ امام عسقلانی کا عقیدہ ہے۔۔۔ ان چیزوں کو بدعت کہنا جہالت کی بات ہے۔ کیا یہ بات ہندوستان میں بنی ہے؟۔۔۔ یا یہ بات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ نے ایجاد کی ہے۔۔۔ نہیں، بلکہ یہ جشن میلاد تو مدینہ سے چلا آرہا ہے اور خود حضور ﷺ کی سنت مسجد نبوی سے چلا آرہا ہے۔۔۔ یہ رقص حضور ﷺ کی آمد کے استقبال کا تھا۔ گویا امام حجر عسقلانی کی بات سے یہ اعتراض رد ہوگیا کہ میلاد النبی ﷺ کو عید میلاد النبی ﷺ کیوں کہتے ہیں۔۔۔ یہ کہنا کہ عیدیں صرف دو ہیں، امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ عیدیں صرف دو ہیں مگر یوم میلاد، عید سے بھی بڑا ہے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی والی مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل دیکھ کر پوچھا:

فَقَامَ جَعْفَرُ فَحَجَلَ حَوْلَ رَسُوْلَ اللّٰہ علیہ فَقَالَ النبی مَاھٰذَا؟

''حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور حضور ﷺ کے اردگرد رقص کرنے لگے، حضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا کررہے ہو؟ انہوں نے کہا: شَیْءٌ رَاَیْتُ الْحَبَشَۃَ یَصْنَعُوْنَ بِمُلُوْکِھِم.

''حضور! جب ہم ہجرت حبشہ کرکے گئے تھے تو ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے خوش ہونے یا کسی نوازش پر اپنے خوشی پر اپنے بادشاہ کے گرد رقص کرتے ہیں''۔

وہ اپنے بادشاہ کے گرد رقص کرتے ہیں ہم اپنے شہنشاہ کے گرد رقص کرتے ہیں۔

ایک مغالطے کا ازالہ

درج بالا حدیث سے عقیدہ کی ایک اور فرع ثابت ہوئی، بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دوسری قوموں کا شعار ہے آپ کیوں اسے مناتے ہیں؟ نیز دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ وَھَوَ مِنْھُمْ. ''جس نے کسی قوم کی شباہت کو اختیار کیا وہ انہی میں سے ہوگیا''۔

اصل میں ہم نے تشبہ کا معنی نہیں سمجھا۔۔۔ تشبہ ان امور میں پیروی ہوتی ہے جو کسی کا شعار مذہب ہوں۔۔۔ امتیازت مذہب ہوں کہ اگر اسے اپنائیں تو کوئی شک نہ رہے، لوگ سمجھیں کہ وہ دوسرے مذہب کا آدمی ہے۔۔۔ اور ایسی چیزیں جو شعار مذہب نہ ہوں ان کو اپنانے اور لینے دینے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔ جیسے حدیث بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ پہنچے تو یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچنے، فرعون کے غرق ہونے پر شکرانے کے طور پر محرم کی 10 تاریخ کو روزہ رکھتے۔۔۔ پوچھا یہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟۔۔۔ کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! موسیٰ علیہ السلام کی نجات کی خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔۔۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو فرمایا: تم بھی روزہ رکھا کرو نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی

مِنْهُمْ ''ہمارا حق موسیٰ علیہ السلام پر ان سے زیادہ ہے''۔۔۔ 10 محرم کا روزہ رکھنا، یہود کو وطیرہ تھا مگر حضور ﷺ نے صحابہ کو بھی روزے رکھوائے۔۔۔ تو کیا تشبہ ہوا۔۔۔ نہیں کیونکہ تشبہ اس امر کو کہتے ہیں جو خالصتاً شعار مذہب ہو اور اگر کوئی مسلمان کرے تو دیکھنے والا سمجھے کہ یہ عیسائی ہے یا یہودی ہے یا ہندو ہے، فوراً ذہن اس طرف جائے۔۔۔ اور جس شعار سے یہ شعور پیدا نہ ہو اس میں ایک دوسرے کی پیروی، تتبع، مماثلت، مناسبت ممنوع نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر منع نہیں فرمایا، اگر ممنوع ہوتا تو فرمادیتے ذلک تشبہ ''یہ تشبہ ہے''۔۔۔ لَا تَفْعَلْ هٰكَذَا ''تو اس طرح نہ کر''۔۔۔ لیکن حضور ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر خاموش ہوگئے گویا یہ تقریری سنت ہوگئی۔ امام عسقلانی مزید روایت کرتے ہیں:

فِی حَدِیْثِ اِبْنِ عَبَاسٍ اَنَّ النَّجَاشِیَه كَانَ اِذَا رَضِیَ قَامَ وَحَجَلَ حَوْلَهٗ.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جب نجاشی کسی سے راضی ہوتا وہ شخص کھڑے ہوکر بادشاہ کے گرد رقص کرتا تھا''۔ (امام عسقلانی، ج ۷ ص ۵۰۷)

وجد و رقص پر امام جلال الدین سیوطی کا فتویٰ

اسی بات کو امام جلال الدین سیوطیؒ نے التوشیح میں بھی بیان کیا ہے اور الحاوی للفتاویٰ میں تفصیلی گفتگو کی۔ الحاوی للفتاوی ص ۶۴۰، ج ۲ میں امام جلال الدین سیوطی الفتاویٰ المتعلق بالتصوف کے عنوان کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ:

مَسْئَلَةٌ: فِیْ جَمَاعَةِ الصُّوْفِیَةِ اِجْتَمَعُوا فِیْ مَجْلِسِ ذِكْرٍ ثُمَّ اِنَّ شَخْصًا مِنَ الْجَمَاعَةِ قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ ذَاكِرًا وَاسْتَمَرَّ عَلٰی ذٰلِكَ لِوَارِدٍ حصل له فهل له فعل ذلك سِوَاءً كَانَ بِاِخْتِیَارِه اَمْ لا؟ هَلْ لِاَحَدٍ مَنْعَه وَ زَجْرَه عَنْ ذٰلِكَ.

''سوال یہ ہے کہ ہم نے صوفیاء کی جماعت میں دیکھا کہ جب حلقہ/مجلس ہوتی ہے تو اس محفل کے دوران کوئی شخص بعض اوقات کھڑا ہوجاتا ہے اور کوئی کیفیت اس پر وارد ہوتی ہے جس پر اس پر وجد طاری ہوجاتا ہے، سائل کا سوال ہے کہ خواہ وہ وجد کرنا اس کے اختیار میں ہو یا اختیار سے باہر (دونوں باتیں آ گئیں، کبھی یہ کیفیت آتی ہے تو اختیار میں ہوتا ہے مگر سرور میں بے قابو ہوجاتا ہے اور کبھی بے ہوش ہوجاتا ہے) کیا یہ ممنوع ہے؟ اگر منع ہے تو آئمہ میں سے کسی نے اس پر ممانعت وارد کی؟ امام جلال الدین سیوطی نے اس پر جواب دیا:

لَا اِنْكَارَ عَلَیْهِ فِیْ ذٰلِكَ. ''اس وجد و رقص پر خواہ اختیار ہو یا نہ ہو، کوئی انکار ثابت نہیں ہے''۔

(امام جلال الدین سیوطی، حدیث میں میرے شیخ ہیں۔ بعض اجازات یَقْظَةَ (بیداری میں) ہوتی ہیں اور بعض مَنَامِیْ (خواب میں) ہوتی ہیں) پھر امام سیوطی فرماتے ہیں:

فَقَدْ سُئِلَ عن هٰذَا السؤال بِعَیْنِهٖ شَیْخُ الْاِسْلَامِ سِرَاج الدین الْبُلْقِینِیْ.

''من وعن یہی سوال شیخ الاسلام امام سراج الدین بلقینی سے پوچھا گیا''۔

فَاَجَابَ بِاَنَّهٗ لَا اِنْكَارَ عَلَیْهِ فِیْ ذٰلِكَ. ''شیخ الاسلام نے بھی کہا کہ اس پر کوئی انکار ثابت نہیں ہے''۔

امام سیوطی نے فرمایا کہ یہی سوال علامہ برہان الدین الابناسی سے کیا گیا۔ فَاَجَابَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ''انہوں نے بھی یہی جواب دیا'' پھر فرمایا:

اِنَّ صَاحِبَ الْحَالِ مَغْلُوْبٌ وَالْمُنْكِرِ مَحْرُوْم. ''بے شک صاحب حال مغلوب ہوتا ہے اور انکار کرنے والا محروم ہوتا ہے''۔

محروم کو کیا خبر کہ یہ ''حال'' کیا ہے؟ اسے کبھی چکھنے کو یہ چیز ملی ہی نہیں، اسے کیا معلوم کہ یہ نشہ کیا ہے؟

مَاذَاقَ لَذَّةِ التَّوَاجُدِ. ''محروم نے وجد کی لذت کو چکھا ہی نہیں''۔

وَلَا صِفَالَ لَهُ الْمَشْرُوْب. ''اسے شراب عشق کا پیالہ کبھی ملا ہی نہیں''۔

وَاَجَابَ اَيْضًا بِمِثْلِ ذٰلِکَ بَعْضُ آئِمَةِ الْحَنَفِيَةِ وَالْمَالِكِيَةِ كلهم كَتَبُوْا هٰذَا السوال بِالْمُوَافقه مِنْ غَيْرِ مُخَالَفَةٍ.

''بعض حنفی ائمہ نے اسی کی مثل جواب دیا اور کئی مالکی آئمہ نے اس پر بغیر مخالفت کے موافقت کے فتوے لکھے''۔

آخر پر قرآن پاک اور حدیث کے حوالے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد قال الله تعالى " اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ. (آل عمران: ۱۹۱).

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رضى الله عنه كَانَ النبى ﷺ يَذْكُرُ اللّٰه كُلَّ اَحْيَانِهِ.

''اللہ نے فرمایا: کہ وہ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرتے ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ بھی اس طرح ذکر فرماتے''۔

وَاِنْ انضَمَّ اِلَى هٰذَا الْقِيَامَ رَقْصٌ اَوْنَحْوَهُ فَلَا اِنْكَارَ عَلَيْهِم. ''اس کی ساتھ اگر حالت وجد میں رقص شامل ہوگیا تو کوئی انکار کی بات نہیں''۔

اس پر دلیل دیتے ہیں کہ

فَذَالِکَ مِنْ لَذَّاتِ الشُّهُوْدِ اَوِالْمَوَاجِيْد رَقَصَ جَعْفَرُ بْنُ طَالِب بَيْنَ يَدِى النبى ﷺ.

''انکار کیسا۔۔۔حضور ﷺ کے سامنے وجد میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے رقص کیا''۔

فَكَانَ هٰذَا اَصْلًا فِىْ رَقْصِ الصُّوْفِيَةِ. ''پس صوفیاء کے رقص میں یہ اصل ہے''۔

وَقَدْصَحَّ الْقِيَامُ وَالرَّقْصُ فِى مَجَالِسِ الذكر وَالسَّمَاع. ''مجالس ذکر اور مجالس سماع میں قیام کرنا اور رقص کرنا صحیح ہے اور ثابت ہے''۔

وَهٰذَا قَالَ شَيْخُ الْاِسْلَام اَلْاِمَام عَزّالدِين بن عَبْدِالسَّلَام. ''امام عزالدین عبدالسلام (آپ بڑے سخت گیر اصول و فقہ کے امام ہیں) کا فتویٰ بھی یہی ہے''۔ ❁❁❁❁❁❁❁

تحریکی احباب و تنظیمات متوجہ ہوں

الحمدللہ، ملک اور بیرون ملک دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کا سلسلہ دن بہ دن پھیلتا جارہا ہے۔ متعلقہ تنظیمی احباب بجا طور پر ان سرگرمیوں کو ماہنامہ منہاج القرآن میں شائع کروانا چاہتے ہیں۔ ماہنامہ بنیادی طور پر علمی، فکری اور تربیتی رسالہ ہے جس میں قرآن، سنت، فقہ، سیرت النبی ﷺ، تصوف اور دیگر تاریخی، سماجی موضوعات پر نہایت جامع تحریریں شائع کی جاتی ہیں تاکہ قارئین اور بطور خاص تحریکی احباب کو گھر بیٹھے بٹھائے ان موضوعات پر تازہ اور مستند معلومات مہیا ہوتی رہیں۔ ہم تحریکی احباب اور تنظیمات کی حوصلہ افزائی کیلئے سرگرمیوں کو بھی شائع کرتے رہے ہیں نیز بیرون ملک سے بھی سرگرمیوں کا دباؤ رہتا ہے لیکن اب یہ سلسلہ مشکل ہوتا جارہا ہے۔

15 روزہ تحریک اخبار اب ہفت روزہ بنایا جارہا ہے۔ تمام تنظیمی احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی سرگرمیاں تحریک اخبار کے نام فیکس نمبر 042-5168184 پر ارسال کریں۔ ماہنامہ صرف ان سرگرمیوں کو شامل اشاعت کرے گا جو مرکزی، صوبائی یا کم از کم ڈویژن سطح پر منعقد ہوں گی۔